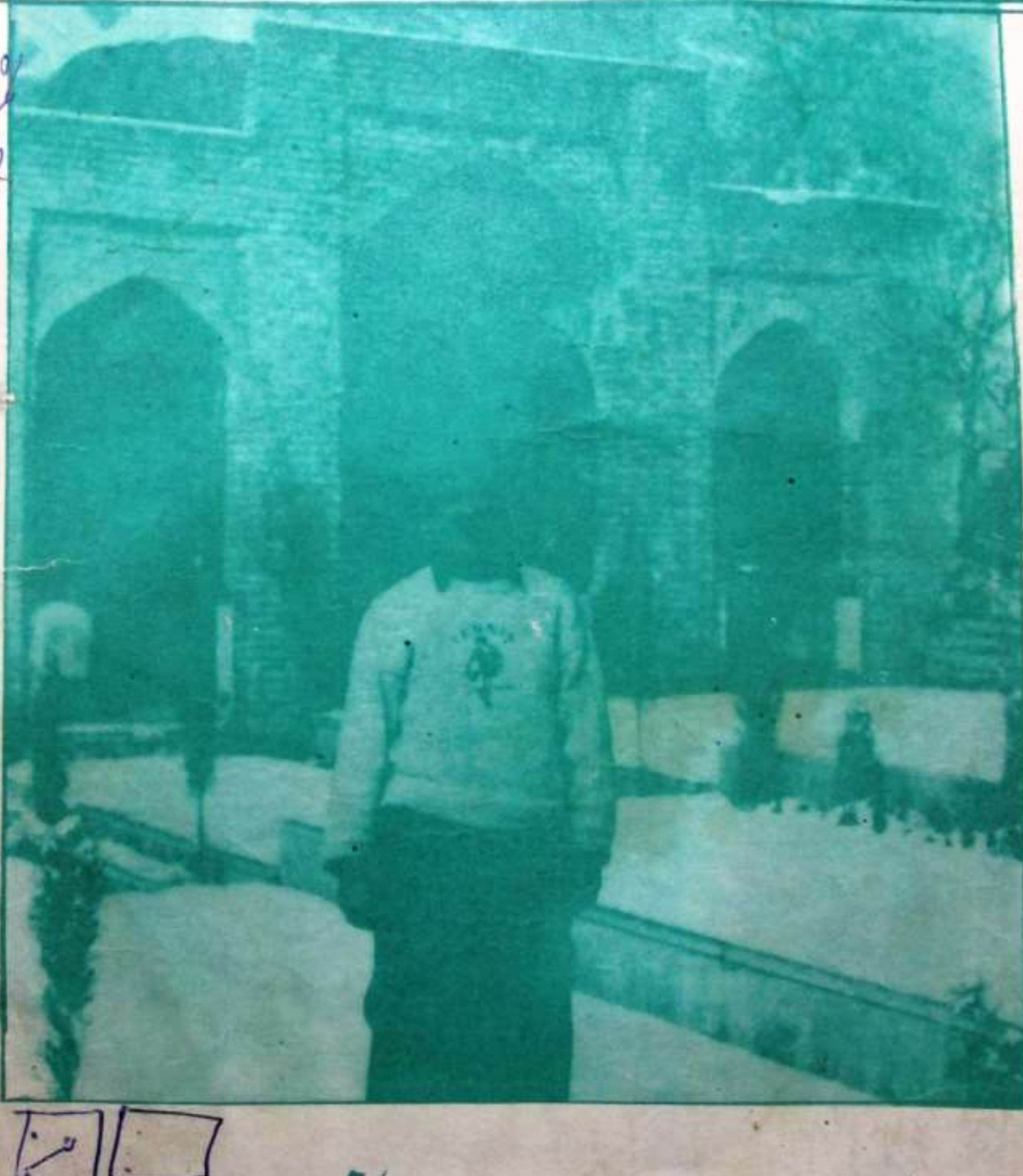
احیائے تصوف کا علمبردار

نوائے صوفیہ



آستانہ شاہ سید محمد نور بخش

نعت

علی احمد قمرؔ
ژبلزد گوشما

فخرِ دو عالم نجاتِ نوعِ انساں آپؐ ہیں
جو نہیں ممکن اُسی کی وجہِ امکاں آپؐ ہیں

ہیں بنائے دینِ حق تکمیلِ ایماں آپؐ ہیں
حق تو یہ ہے حاصلِ تفسیرِ قرآں آپؐ ہیں

بزمِ دو عالم میں شمعِ رُشد بن کر آئے ہیں
آپؐ ہر مشکل کا حل ہر دُکھ کا درماں آپؐ ہیں

چاند سورج کہکشاں میں آپؐ کا عکسِ جمیل
اور کہا کہیئے کہ عکسِ حسنِ یزداں آپؐ ہیں

محفلِ دنیا و دیں کی رونقیں ہیں آپؐ سے
داستانِ بزمِ دو عالم کا عنواں آپؐ ہیں

نورِ حق سرچشمۂ رحمت مجسم روشنی
وجہِ تسکینِ نظر ہیں راحتِ جاں آپؐ ہیں

آپؐ کے لطف و کرم سے ہے قمرؔ کی زندگی
حشر کے دن بھی مری بخشش کا ساماں آپؐ ہیں

نوائے صوفیہ

شمارہ نمبر ۸

نگرانی

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

صدارت

بابو محمد سلیم

اہتمام

خواجہ محمد امین

آرگنائزر

[illegible]

غلام حسین معروفی

ادارت

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

طائرِ لاہوت

میرا تعلق ایک غیر نور بخشی فرقے سے ہے اُن دنوں جب میری نور بخشیوں سے شناسائی نہیں تھی میرے خیالات اور عقائد کی کیفیت ایسی تھی کہ اگر کوئی شخص میرے آگے نور بخشیوں کی تعریف کرتا تو میں غضبناک ہو جاتا۔ مگر اس عالمِ آب و گِل کی سب کیفیتیں تغیر پذیر ہیں جس طرح باہر کی دنیا میں کبھی سردی، کبھی گرمی، کبھی بہار خزاں کا موسم آتا ہے اسی طرح میرے دل کا موسم بھی اکثر بدلتا رہا۔ کبھی میرے دل میں جہالت کے اثر نے غلبہ کیا اور کبھی کیفیت زہد کی حکمرانی رہی، کبھی پتھر کی طرح سختی اور شقاوت کا حامل ہوا اور کبھی عشق الٰہی نے سوز و گداز کی کیفیت پیدا کی۔ اسی تغیر پذیری کے عمل کے دوران میں مختلف دانشوروں کی تصانیف کے مطالعے میں بھی محو رہا اور کلام الٰہی کے علاوہ جن کتابوں نے میرے باطن میں سب سے زیادہ انقلاب پیدا کیا وہ علامہ محمد اقبال کی جملہ تصانیف، مولانا حالی کی کتب اور بزرگان نور بخشیہ کی تصنیف کردہ جملہ کتابیں ہیں ان میں سب سے خوبصورت کتاب شاہ سید محمد نور بخش قہستانی کی مثنوی نجم الہدیٰ ہے جو ایک روشن ستارے کی طرح برس ہا برس سے میرے آسمانِ دل پر جگمگا رہی ہے یہ روشن کتاب فرقہ پرستی، بغض، حسد، خود پرستی، غرض ہر طرح کے رزائل سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔ ہدایت کے نور سے معمور اس کتاب میں یہ صلاحیت ہے کہ نہ صرف یہ ایک مسلمان کو سچا مسلمان بنا سکتی ہے بلکہ ایک غیر مسلم دہریے کو بھی سچا مسلمان بنا سکتی ہے نجم الہدیٰ اور دیگر کتب نور بخشیہ کی " یہی دلپذیری کی خصوصیت ہے کہ میں اس سلسلۂ تصوف کی تعریف اور توصیف لکھنے

کے لئے قلم اٹھانے کی جہد کر رہا ہوں ۔

نجم الہدیٰ کے اثرات

نجم الہدیٰ اپنی اثر انگیزی کے اعتبار سے آفتاب کی مثل ہے جس طرح سخت پہاڑ اور چٹانیں آفتابِ جہاں تاب کی حدّت سے نرم اور گداز ہو جاتی ہیں اور جب بارش ہوتی ہے تو یہی پہاڑ ریزہ ریزہ ٹوٹ کر بہنے لگتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کتاب کے قاری کے دل کو اپنی محبّت کی حدّت سے نرم بنا دیتا ہے ۔ جو پھر جب وہ اس کے مطالعے کے بعد نماز پڑھنے لگتا ہے تو آنکھوں سے جاری ہونے والے آنسوؤں کا اس کے دل پر وہی اثر ہوتا ہے جو شعاعِ آفتاب سے گھائل چٹانوں پر بادو باراں کا ہوتا ہے ۔ نیت سے سلام تک نجم الہدیٰ کا قاری عشقِ الٰہی میں بیقراری ، دل سوزی اور اشک باری کی کیفیات کا حامل رہتا ہے ۔

بادشاہ اور اس کی رعایا

اس منزہ کتاب کو پڑھنے کے بعد شہنشاہِ وجود یعنی دل مجروح اور مضطرب ہو جاتا ہے اور اس حالتِ اضطراب میں سکون پانے کی خاطر اپنے وزیر یعنی عقل کے ذریعے اپنے محل کے سارے عملے کو اور اپنی رعایا کو اپنے حضور پیش ہونے کا حکم دیتا ہے ۔ ہر فرد جب بادشاہ کے حضور پیش ہوتا ہے تو اسے خونِ دل اور جراحتِ دل کا تحفہ پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی اس جراحت اور زخم کاری کا سبب بھی پوچھتا ہے اور اس کا علاج بھی دریافت کرتا ہے ۔ اس پر بادشاہ ایک مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیتا ہے کہ یہ زخم دراصل اضطراب و تسکین محبت ہے جو محبوبِ حقیقی کی یاد کا نتیجہ ہے اور اس کا اندمال موت اور دیدارِ محبوب کے بعد ہی ممکن ہے پھر اس بادشاہ کی ساری بادشاہی یعنی مملکتِ جسم شوقِ دیدارِ محبوب میں آشفتہ سری کی حالت میں بیاباں نوردی شروع کر دیتی ہے ۔ یہی سبب ہے کہ کچھ اہلِ نوربخشیہ اس عالمِ فانی کی لذات اور خواہشات کو چھوڑ کر صحرا نوردی اختیار کئے ہوئے ہیں اور بعض نے عجز و انکساری کو اپنا شیوہ اختیار رکھا ہے ۔ انہیں نہ دولتِ دنیا سے کوئی علاقہ ہے اور نہ حور و جنت سے کوئی سروکار ۔ ان کی واحد تمنا صرف اور صرف محبوبِ حقیقی کا دیدار ہے ۔

نوربخشی عوام

یہ لوگ لالۂ صحرا کی مثل ہیں لالے کی طرح ان کا دل داغِ محبت سے داغدار ہوتا ہے اور ان کا وجود اور ان کے چہرے وجودِ باری کی نشانی بن کر چمک رہے ہوتے ہیں ۔

ان لوگوں کا عشق بھی دیدنی ہوتا ہے جو صبح و مسا اپنے محبوب کی محبت میں دنیا و ما فیہا سے بے نیاز اسی کی یاد اور اس کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں ۔ جس طرح طیور مطلع نور کے ساتھ ہی چہچہانے لگتے ہیں۔ ان طالبانِ خدا کی کیفیت بھی قریب صبح و شام قابلِ دید ہوتی ہے ۔ مسجدوں اور خانقاہوں میں ذکر کے حلقے بنا کر وہ دنیا و ما فیہا سے بے نیاز اور بے خبر ہو کر ذکرِ محبوب میں مشغول ہوتے ہیں اور بے اختیار ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے ہیں جو اُن کے قلوب کو آئینے کی طرح صاف اور شفاف بنا دیتے ہیں بقولِ میرؔ ؎

تھا عشق مجھے طالبِ دیدار ہوا میں
سو آئینہ سا صورتِ دیوار ہوا میں

ان لوگوں کے اعمال قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کے عین مطابق ہیں ۔

ترجمہ : ان گھروں میں اللہ نے حکم دیا ہے ان کو بلند کرنے کا اور وہاں اس کا نام پڑھنے کا ۔ یاد کرتے ہیں اس کی وہاں صبح اور شام

(پارہ نمبر ۱۸ سورت نمبر ۲۴ (النور) آیت نمبر ۳۵)

ہمارے مفسرین نے غُدُوِّ سے مراد صبح کی نماز اور آصَالُ سے باقی چار نمازیں لی ہیں ۔ لیکن ہمارے بیچارے مفسرین کی پہنچ اس سے زیادہ ہو بھی کیا سکتی ہے کیونکہ ہمارے مسلک میں علاوہ نماز کے کوئی ذکر ہے ہی نہیں ۔ چنانچہ ہمارے مفسرین بھی حق کی بات کرتے ہیں مگر مرشدانِ نوربخشیہ کی تعلیم فرمائی ہوئی صبح و شام کی اورادسے ذکر کے

حقیقی معنی کا پتہ چلتا ہے (یہ تمام اذکار و تسبیحات دعوات صوفیہ میں مذکور ہیں اور ان میں سب سے عظیم الشان الاوراد الفتحیہ اور الاوراد العصریہ ہیں۔ علاوہ ان کے بعد از نماز تہجد اور قبل از نماز صبح پڑھی جانے والی اوراد صبحیہ اثر انگیزی میں لاثانی اور بے مثل ہے)

مرشدانِ نوربخشیہ

ان کے معروف مرشد حضرت شاہِ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ اور حضرت شاہ سید محمد نوربخش قہستانیؒ ہیں ان بزرگوں کا تعلق تصوف کے سب سے عظیم سلسلے سلسلۃ الذہب سے ہے جس کے معنی سونے کی زنجیر کے ہیں۔ یہ سلسلہ حضرت امام علی رضاؑ کے شاگردِ خاص حضرتِ معروف کرخیؒ سے شروع ہوا اور اب تک تعصب اور ہوا و ہوس کے اندھیرے میں ضو فشانی کر رہا ہے۔

مذکورہ دونوں بزرگوں کے بھی بہت سے مرید تھے۔ ان مریدوں کی بھی بہت سی دلکش اور دل سوز کتابیں ہیں۔ اب ان کی کتابیں اور ان کے مرشدوں کی کتابیں بدقسمتی سے مسلم حکومتوں میں دستیاب نہیں البتہ علم و عرفان کے یہ بیش بہا موتی امریکہ اور یورپ کی مشہور لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ اسی لئے حکیم الامت علامہ اقبال نے فرمایا۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

مرادِ عوئی ہے کہ علامہ اقبال شاہ سید محمد نوربخش سے بہت متاثر تھے۔ یہ بات ہمیں بانگِ درا کے صفحہ نمبر ۱۷ کا نجم الہدیٰ کے صفحہ نمبر ۳۵ کے اشعار سے موازنہ کرنے سے معلوم ہو جاتی ہے۔ شاہِ ہمدان سید علی ہمدانی کو تو ہر مسلک کے پیروکار اپنا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیوں نہ کریں ان کی تعلیمات میں ہی اتنی وسعتِ نظر اور آفاقیت ہے۔ شاہِ ہمدانؒ کی عظمت کی میں کیا تعریف کروں کہ خود حکیم الامت ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور اپنی زندۂ جاوید تصنیف جاوید نامہ میں یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں کہ

سیدالسادات سالارِ عجم
دست او معمارِ تقدیرِ اُمم

اُن کے عقیدت مند نوربخشی حضرات آج بھی گرد و نواح میں کرامات دکھانے میں مصروف ہیں۔ مثلاً ہمارے علاقے میں نوربخشیوں کا ایک صحرا نورد فقیر تھا جو اپنی چادر پانی پر پھیلا کر دریا پار کر لیتا تھا۔ یہ بات مجھے اپنے مسلک کے لوگوں نے بتائی ہے۔ مرنے کے بعد بھی یہ لوگ اپنی کرامات دکھا رہے ہیں اس لئے ہم ان کو مردہ قرار نہیں دے سکتے۔ "بل احیاء و لکن لا تشعرون"۔ ان بزرگوں نے عشق الٰہی کا جام پیا ہے اور زندۂ جاوید ہو گئے ہیں اور اگرچہ ہماری کمزور نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں مگر حقیقت میں وہ زندہ ہیں۔

اے طائرِ لاہوتی!

افسوس اے حضرات نوربخشی اگر آپ کے بزرگ اس قدر کشف و کرامات کے حامل تھے اور عشق حقیقی کا آبِ حیات پی کر زندۂ جاوید ہو گئے تھے تو اب آپ میں سے اکثر اس میراث کے اہل کیوں نہیں؟ آپ کے مرشد عالمِ لاہوت عالمِ جبروت اور عالمِ ملکوت کے سیاح تھے۔ آپ کیوں روحانی تنزل کا شکار ہیں؟ ـ آپ کے اسلاف نے عالمِ امکاں کی عنان سنبھالے رکھی اور اللہ نے خلیفۃ الارض کی حیثیت سے سب اختیار انہی کو تفویض کیا مگر یہ کیا ستم ہے کہ آج آپ میں سے اکثر کو اپنے نفس پر بھی قابو نہیں۔ پس اے طائرِ لاہوتی اس رزق کی حقیقت معلوم کرنے کی جستجو کر جو تیری پرواز میں کوتاہی کا باعث ہے اور اس پاکیزہ رزق کو تلاش کر جو تجھے دوبارہ مقامِ لاہوت کی طرف پرواز پر مائل کرے۔

استدعا

: قبلہ علامہ صاحب۔ بعد از آداب و تسلیمات بندۂ گنہگار آپ جیسے متقی عالم کی دعا کی بدولت اور اللہ کے فضل و کرم سے ایک غیر نوربخشی فرقے کا فرد ہونے کے باوجود اس قابل ہوا کہ اس پاک اور منزہ مسلک

کا تعارف لکھنے کے لئے قلم اٹھائے ۔ امید ہے جناب والا ضروری اصلاح کے بعد یہ مضمون نوائے صوفیہ میں شائع فرما کر حوصلہ افزائی فرمائیں گے ۔

نیاز مند
محمد ابراہیم مجروح تصوف
گورنمنٹ ڈگری کالج سکردو

تعارف و تبصرۂ کتب

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

خلاصۃ المناقب

فخر السالکین نور الدین جعفر بدخشی رح کی تصنیف خلاصۃ المناقب علم تصوّف کی ایک گراں قدر کتاب ہے ۔ اس کتاب میں مصنّف نے تصوّف کے بعض عمومی موضوعات پر ایک صاحبِ حال اور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ ہونے کے ناطے سے بڑی جامع اور سیر حاصل بحث کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے مرشدِ کامل قطب الاقطاب میر سیّد علی ہمدانی رح کے احوال و اقوال بھی قلم بند کئے ہیں ۔ مصنّف کو چونکہ شاہِ ہمدان رح کا بلا واسطہ مرید ہونے کے سبب اُن کی صحبت سے براہِ راست فیض یاب ہونے کا موقع ملا ۔ اس لئے شاہ ہمدان رح کے روحانی مقام اور ان کی تعلیمات کے ضمن میں ان کی فراہم کردہ معلومات مستند ترین ہیں ۔ اگرچہ حد سے بڑھی ہوئی عقیدت سوانح نگار کے قلم کو مبالغہ آرائی کی ڈھلوان پر پھسلنے پر بھی بعض اوقات مجبور کرتی ہے ۔ مگر اولیائے کرام کے بیشتر حالات و واقعات عجیب اور عوام الناس کی سمجھ اور رسائی سے باہر ہوتے ہیں ۔ اس لئے ان کے سوانح حیات میں حقیقت نگاری اور مبالغہ آرائی کے درمیان کوئی حدِ فاصل قائم کرنا عملاً ممکن نہیں ہوتا ۔

کتاب کی اہمیت اور اس کے مندرجات پر اظہارِ خیال کرنے سے پہلے میں اُس کے اُردو ترجمے منا قبِ المناقب کی مترجمہ ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر اور کتاب کی ناشر تنظیم علمائے نور بخشیہ الندوۃ الاسلامیہ النور بخشیہ رجسٹرڈ پاکستان کو ہدیۂ تبریک پیش کروں گا جن کی مساعی کی بدولت تصوّفِ اسلامی سے دلچسپی رکھنے والے ہزاروں افراد اس گراں قدر علمی کارنامے سے متعارف ہونے کے قابل ہوئے ہیں ۔

ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر صاحبہ جو خواتین کالج فیصل آباد کی پرنسپل ہیں ، شاہِ ہمدان امیر کبیر سیّد علی ہمدانی رح پر اپنی تحقیقی کاوشوں کی بدولت اس میدان میں اپنے لئے مستقل مقام بنا چکی ہیں ۔ ڈاکٹر صاحبہ کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا موضوع بھی " شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رح کے حالات اور تعلیمات " تھا ۔ اُنہوں نے نہایت عرق ریزی سے دُنیا بھر کی لائبریریاں گھنگالنے کے بعد شاہ ہمدان رح کے احوال اکٹھے کئے ۔ بقول ڈاکٹر صاحبہ کے ان کی تصنیف کا بنیادی ماخذ کتاب خلاصۃ المناقب ہے وہ اس کتاب کو ہمدانیات کا ایک جامع " دائرۃ المعارف " قرار دیتی ہیں ۔

جعفر بدخشی رح کی یہ گراں قیمت تصنیف فارسی زبان میں تھی اور دورِ حاضر کے تعلیم یافتہ طبقے کے لئے فارسی سے نابلد ہونے کے باعث اس کتاب سے استفادہ کرنا ممکن نہیں تھا ۔ چنانچہ ندوۃ الاسلامیہ کے جنرل سیکرٹری جناب غلام حسین نورانی صاحب نے جو قومی اور مذہبی جذبے

سے سرشار عالمِ دین ہیں۔ اس کتاب کو اردو کا جامہ پہنانے کا بیڑا اٹھایا اور ڈاکٹر سیدہ صاحبہ کی توجہ اس اہم کتاب کے ترجمے کی طرف مبذول کرائی۔ نیز دیگر مخلص علمائے دین جناب غلام حسن صاحب اور جناب شکور علی انور صاحب نے بھی اس کارِ خیر میں ڈاکٹر صاحبہ کی حوصلہ افزائی اور معاونت فرمائی۔ شاہِ ہمدان کے عقیدت مندوں پر ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر صاحبہ کا عظیم احسان ہے کہ انہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے حقوق ندوہ اسلامیہ نور بخشیہ کو تفویض کئے۔

جیسا کہ لکھا جا چکا ہے کہ کتاب کا مصنف جعفر بدخشیؒ شاہ ہمدانؒ کے مقرب مرید تھے اور اگرچہ امیر کبیرؒ کا خرقۂ تصوف ان کے مرید اور داماد خواجہ اسحاق ختلانی کو عنایت ہوا تھا۔ کہ سید العارفین عزت المتاخرین شاہ سید محمد نوربخش قہستانیؒ کے پیر اور مرشد تھے، جعفر کو بھی سید کے مریدوں میں نہایت ارفع مقام حاصل تھا۔

خلاصۃ المناقب کی تصنیف شاہ ہمدانؒ کے وصال کے فوراً بعد شروع ہوئی۔ شاہ ہمدانؒ کی تاریخ وفات ۶ ذی الحجہ ۷۸۶ ہجری ہے۔ اپنے مرشد کے وصال کے غم سے نورالدین اس قدر متاثر ہوتے تھے کہ انہیں عارضۂ قلب لاحق ہوا۔ سید کی تدفین سے قبل ہی اسی کیفیتِ غم میں صفر ۷۸۷ ہجری کے آخری جمعہ کو اس عقیدت نامے کی تصنیف کا آغاز ہوا۔ نورالدین کا سنِ وفات ۷۹۷ ہجری ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ کے بقول نورالدین نے سید کو ان کے کمالِ جمال میں مشاہدہ کیا تھا اور ان میں سید کی محبت اور شیفتگی اس حد تک سرایت کئے ہوئے تھی کہ وہ صوفیاء کی اصطلاح میں فنا فی الشیخ ہو گئے تھے۔

خلاصۃ المناقب کے دو حصے کئے جا سکتے ہیں حصہ اول تصوف کے عمومی مباحث اور موضوعات پر مشتمل ہے جبکہ حصہ دوم میں شاہِ ہمدانؒ کے احوال اور اقوال درج ہیں۔

تصوف و معرفت کے حقائق اور اسرار کے بیان میں مصنفِ کتاب کی استعداد حیرت انگیز ہے خود شاہِ ہمدان نے فرمایا تھا کہ میرے سامنے کوئی معرفت بیان نہیں کر سکا۔ سوائے نورالدین کے۔

کتاب کا آغاز شاہ ہمدان جناب امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ کے شجرۂ نسب اور سلسلۂ بیعت کے بیان سے ہوا ہے۔ اس کے بعد امام الاولیاء مولائے متقیان حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل اور مناقب اور آپ کی محبت کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔ اس کے بعد کتاب کے متصوفانہ مباحث آتے ہیں جن کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ نبوت اور ولایت کی حقیقت، ولایت کی اقسام۔
۲۔ ملامتیہ کا ذکر۔
۳۔ قطب اور دیگر اولیاء اللہ کے مراتب اور مدارج کا بیان
۴۔ اولیاء کے احوال اور آئمۂ اسماء اللہ کا بیان
۵۔ مواہبِ اولیاء اور اقسامِ ولایت۔
۶۔ آدابِ خلوت و ذکر کا بیان۔
۷۔ انوارِ ذکر۔
۸۔ اصطلاحاتِ صوفیہ کی تشریح و توضیح۔
۹۔ رویا کی حقیقت۔
۱۰۔ خواطر کا بیان۔
۱۱۔ شیطان کی حقیقت۔
۱۲۔ تصفیۂ قلب اور قلب کی قسموں کا بیان۔
۱۳۔ صیحات۔
۱۴۔ تجلیات۔

ان موضوعات کی تشریح و توضیح میں جو معلومات مصنف نے بہم پہنچائی ہیں وہ کتابی نہیں ہیں بلکہ ان کا ماخذ خود مصنف کے مشاہداتِ قلبی اور وارداتِ روحانی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مصنف کا لہجہ عام فہم نہ ہونے کے باوجود دو ٹوک ہے اور ہر طرح کے شک اور ابہام سے بالا ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ مصنف کے مرشدِ حقیقی حضرت شاہِ ہمدان کے احوال و اقوال اور فضائل و مناقب پر مشتمل ہے مصنف کتاب چونکہ مرشدِ حقیقی کے حضور سراپا عقیدت بنے نظر آتے ہیں اس لئے یہ کتاب فنی اعتبار سے بلاشبہ سوانح نگاری کی قابلِ ذکر مثال نہیں ہے۔ نہ مصنف نے سید صاحب

کے بارے میں مکمل سوانحی معلومات بہم پہنچائی ہیں مگر چونکہ اُن کے علاوہ شاہِ ہمدانؒ کے کسی اور مُرید نے آپ کے احوال قلمبند نہیں کئے اس لئے خلاصۃ المناقب کی اہمیت بہرحال مُسلّم ہے۔

شاہ ہمدانؒ سے اپنی عقیدت اور بیعت کے تذکرے کے بعد مصنف نے شاہ صاحب کے احوال، اقوال اور اسفار کا مفصّل بیان کیا ہے اور آپ کی کرامات کے متعلق بھی دلچسپ معلومات بہم پہنچائی ہیں نیز آپ کے فرزند اور مریدوں کا ذکر کرنے کے علاوہ چہل اسرار کی ایک غزل کی بھی تشریح پیش کی ہے۔ آخر میں مرشد کی رحلت پر حزن والم کا اظہار کرنے کے بعد مناجات پر کتاب کا خاتمہ کیا ہے۔

کتاب خلاصۃ المناقب تصوّف اور ہمدانیات سے دلچسپی رکھنے والے تمام حضرات کے لئے عموماً اور مشرب ہمدانیہ سے تعلق رکھنے والے اہلِ نور بخشیہ کے لئے خصوصاً ایک بیش بہا تحفہ ہے۔ کتاب کا ہدیہ ۱۴۰ روپے ہے لیکن رعائتی قیمت صرف سو روپے ہے اور تمام اہم نوربخشی مراکز سے دستیاب ہے۔

خوڑوکھا بلغار میں این وائی ایف یونٹ کا قیام

یکم جون ۱۹۹۳ء کو وادیٔ بلغار کے علاقہ خوڑوکھا کے نوجوانانِ اہلِ تصوّف نے این وائی ایف یونٹ کا قیام عمل میں لایا۔ اس تنظیم نے چند اہم کام کئے ہیں۔ جن میں شاہِ ہمدان میموریل لائبریری کے نام سے ایک لائبریری کا قیام اور مفت ٹیوشن سنٹر کا قیام سرِفہرست ہیں۔

حلف وفاداری کی تقریب ۱۰ جون ۱۹۹۳ء کو منعقد ہوئی اس موقع پر تنظیم کے کونسل اور گائیڈنس کے چیئرمین جناب ڈاکٹر صوفی علی محمد صاحب نے درج ذیل عہدیداران سے حلف لیا۔

۱۔ محمد ابراہیم — صدر
۲۔ فدا علی — سینئر نائب صدر
۳۔ محمد ابراہیم — نائب صدر
۴۔ نیاز علی عابد — جنرل سیکرٹری
۵۔ شمس الدین ثاقب — جوائنٹ سیکرٹری
۶۔ شمیم اختر — فنانس سیکرٹری
۷۔ جعفر علی — ڈپٹی فنانس سیکرٹری
۸۔ محمد اسحاق — رابطہ سیکرٹری
۹۔ احمد علی — ڈیبیٹ سیکرٹری
۱۰۔ غلام عباس کراوا تھنگ — سوشل سیکرٹری

ارکان کونسل آف گائیڈنس

۱۔ ڈاکٹر صوفی علی محمد (۲) بابو محمد ابراہیم
۳۔ سرگردہ محمد حسین (۴) سرگردہ محمد
۵۔ نمبردار سخاوت حسین
۶۔ نائیک ریٹائرڈ غلام مہدی
۷۔ محمد حسین (۸) جعفر علی خیالی

اس موقع پر سجاد حسین بلغاری صاحب کو متفقہ طور پر تنظیم کا نگرانِ اعلیٰ جبکہ بابو محمد ابراہیم صاحب کو محتسبِ اعلیٰ مقرر کیا گیا۔

نیاز علی عابد
جنرل سیکرٹری نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن
بلغار (بلتستان)

فقہی مسائل پر مشتمل مجموعہ شریعتِ محمدیہ کا سلسلہ وار مضمون "مجموعہ شریعتِ محمدیہ" علامہ محمد بشیر کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس دفعہ شامل نہیں ہو سکا ہے یاد رہے علامہ صاحب نور بخشی علماء کی نشست میں شرکت کے بعد واپس نہیں لوٹے ہیں۔

واقعۂ کربلا اور خطبات امام حسینؑ

جے - ایچ - معروفی

واقعہ کربلا کئی حوالوں سے تاریخ انسانی کا ایک منفرد اور محیر العقول واقعہ ہے کچھ لوگ اِسے حصولِ اقتدار کی جنگ قرار دیتے ہیں اور کچھ لوگ اس جنگ کا سبب حصول خلافت گردانتے ہیں لیکن حقیقتاً ان میں سے کوئی بات قرینِ عقل نہیں ہے بلکہ حضرت امام حسین کا خروج اپنے نانا محمدؐ کی شریعت مطہرّہ کو بچانے اور شخصی تسلط کے خلاف بے سرو سامانی کے باوجود سینہ سپر ہونے کے لئے تھا۔ حضرت امام حسین شریعتِ محمدؐیہ کا نفاذ چاہتے تھے اور یزید دنیوی حکومت چاہتا تھا۔ حضرت امام حسین نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر اسلام کو زندہ جاوید بنا دیا۔ کوفی جو محبان علیؓ کہلاتے تھے انہوں نے حضرت علیؓ کو شہید کرنے کے بعد حضرت امام حسینؑ کو اپنی سیاست کا نشانہ بنایا اور اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے اُنہیں خطوط لکھنے شروع کر دیئے کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں ہم آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے اور خون علیؓ کا بدلہ چکائیں گے۔ کوفیوں کا یہی منافقانہ اور بظاہر عقیدت مندانہ کردار واقعہ کربلا کا پیش خیمہ بنا۔ حضرت امام حسینؓ نے ان خطوط کو پڑھنے کے بعد حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کر دیا تاکہ وہ صحیح صورتحال کا جائزہ لے سکیں۔ حضرت مسلم بن عقیل کا کوفہ میں والہانہ استقبال کیا گیا ان لوگوں کے نعروں اور مسلسل اصرار سے متاثر ہوکر مسلم بن عقیلؓ نے حضرت امام حسینؓ کو خط لکھا کہ آپ تشریف لے آئیں۔ حضرت امام عالی مقام نے خط پڑھ کر کوفہ روانہ ہونے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے خیر خواہوں کے اصرار کے باوجود ارادہ تبدیل نہیں کیا۔ اُدھر یزید نے والیٔ کوفہ کو معزول کر کے ابنِ زیاد کو وہاں کا حاکم بنا کر بھیج دیا ابنِ زیاد نے ایک بہت سخت تقریر کی اور عوام کو خوف زدہ کیا۔ پھر مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا۔ کہتے ہیں الکوفی لا یوفی وہی کوفی جو حب علیؓ اور عشق حسینؓ کے دعویدار تھے۔ ان کے دِل پھر خانوادہ رسالتؐ سے پھر گئے۔ مسلم بن عقیل کی لاش کوفہ کی گلیوں میں بے گور و کفن پڑی رہی۔ اِدھر حضرت امام حسینؑ حضرت مسلم بن عقیلؓ کا خط پڑھ کر کوفہ روانہ ہو گئے۔ مکہ چھوڑتے وقت آپ نے فرمایا۔

"تمام تعریفیں اللہ ہی سے مخصوص ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اللہ کے بغیر کسی میں قوت نہیں ... موت اولادِ آدمؑ کے گلے میں یوں گلوگیر ہے جیسے جوان عورت کے گلے میں گلوبند مجھے اپنے اسلاف کی ملاقات کا بے حد شوق ہے، جیسے یعقوبؑ کو یوسفؑ کی ملاقات کا اشتیاق تھا۔ میری موت کی جگہ مقرر ہے۔ مجھے وہاں جانا ہے...... موت کا جو دن خامہ قدرت نے لکھ دیا ہے اس سے مفر ممکن نہیں ہے۔ ہم اہلِ بیتؓ کی مرضی اللہ کی رضا پر مبنی ہوتی ہے۔ ہم اس کی آزمائش پر صبر کرتے ہیں۔ اللہ ہم کو صابروں کا پورا اجر دے گا۔ میں کل صبح روانہ ہو جاؤں گا۔ جو جان دینے اور بقا الٰہی کے لئے تیار ہو وہ میرے ساتھ چل سکتا ہے"۔ (لہوف ابن طاوس)

امام عالی مقام نے اس خطبہ میں واشگاف الفاظ میں واضح کر دیا کہ میں بقائے دین خداوندی کی خاطر موت کی دعوت پر لبیک کہہ رہا ہوں۔

مکہ سے روانگی کے بعد جب آپ کوفہ کے قریب پہنچے تو آپؓ کو حضرت مسلمؓ کی شہادت کی خبر ملی۔ وہاں اپنے خطبہ میں آپ نے ایک مرتبہ پھر واضح کر دیا کہ آپ بزور شمشیر یا بالجبر کسی کو اپنی خاطر مصیبت میں ڈالنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ آپ ہمیشہ وہی کہتے جو حقیقت کے مطابق ہوتا۔ نتائج خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوتے ...... آپؓ نے فرمایا۔

"لوگو، میں نے تمہیں اپنے ساتھ اس لئے رکھ لیا تھا کہ بظاہر خیال تھا عراق میرا ساتھ دے گا۔ لیکن مجھے اپنے بھائی مسلم بن عقیلؓ کے متعلق بہت ہی دردناک خبر ملی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔
ہمارے دوستوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ تم میں سے جو لوگ تلوار کی آنچ اور نیزے کی چوٹ برداشت کر سکیں وہ میرے ساتھ چلیں ورنہ واپس ہو جائیں۔" (منتخب طریحی)

اس خطبہ میں آپ نے پورے عالم انسانیت کو یہی درس دیا ہے کہ حق کی مدافعت اور اپنے مستحکم اصولوں کی حفاظت کے لئے میدان میں آنے والوں کو انجام کی پرواہ نہ ہونی چاہیئے۔ انہیں صرف اور صرف یہ لگن ہونی چاہیئے کہ ہمارے قدم جادۂ حق سے ہٹنے نہ پائیں۔

مقام ذی حم پر حر کی فوج نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا۔ امام نے اس فوج کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"لوگو، میں خدا سے اور تم سے بھی عذر بیان کرتا ہوں۔ میں خود سے نہیں آیا۔ بلکہ جب تمہارے خطوط اور قاصد آئے ہیں اور مجھے یہ کہہ کر بلایا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے۔ ممکن ہے اللہ ہمیں آپ کی وجہ سے ہدایت و حق کے مرکز پر جمع کر دے۔ اگر تم لوگ اپنی بات پر قائم ہو تو میں آگیا ہوں مجھ سے عہد و پیمان کرو تاکہ میں مطمئن ہو جاؤں اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں گا۔" (تاریخ کامل)

یہ خطبہ امام حسین علیہ السلام کی امن پسندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس خطبہ سے آپ نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ ان لوگوں میں سے نہیں جو ذاتی اقتدار کے لئے جنگ کرتے ہیں یا جن کا مقصد خلق خدا کا خون بہانا ہوتا ہے بلکہ آپ مظلوموں کی حمایت اور اسلام کی حفاظت کے متمنی تھے، ملوکیت کے شکنجے میں کسے ہوئے انسانوں نے جب آپ کو اپنی مدد کے لئے بلایا تو آپ بےقرار ہو کر ان کی مدد کے لئے تیار ہو گئے اور ان کے پاس پہنچے لیکن جب دیکھا کہ وہ قول و قرار سے پھر گئے ہیں تو ایک خوددار اور غیرت مند انسان کی حیثیت سے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ اگر تم میرے داخلے کو ناپسند کرتے ہو تو میں اپنے شہر واپس چلا جاتا ہوں۔

نمازِ عصر کے بعد آپ نے پھر حر کی فوج کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مگر حر کی فوج بدستور آپ کی واپسی پر مزاحم رہی۔ آپ نے ایک بار مزید انہیں مخاطب کر کے حمد و ثنائے باری کے بعد فرمایا!

"لوگو، رسول خدا کا ارشاد ہے جو تم میں ایسے حاکم کو دیکھے جو ظالم ہے، حلالِ خدا کو حرام اور حرام کو حلال کرتا ہے۔ عہدِ الٰہی کو توڑتا ہے، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخالف ہے، خدا کے بندوں کو ستاتا ہے۔ اگر کوئی ایسے حاکم کے ساتھ تعاون کرتا ہے تو اس کا حشر بھی اسی ظالم حاکم کے ساتھ ہوگا۔

دیکھو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اپنے لئے لازم کر لی ہے اور خدا کی اطاعت سے منہ پھیر لیا ہے۔ انہوں نے فساد پھیلایا اور حدودِ الٰہی کو معطل کر دیا اور خراج سلطنت کو اپنی ذاتی ملکیت بنا لیا۔ حرام خدا کو حلال اور حلالِ خدا کو حرام کر دیا۔ میں ان کے خلاف آواز بلند کرنے کا زیادہ حق دار ہوں، اس لئے کہ مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت کا شرف حاصل ہے۔ میرے پاس تمہارے خط آئے۔ تمہارے قاصد یہ پیام لائے کہ تم نے میری بیعت کی ہے، اور یہ کہ تم مجھے تنہا نہ چھوڑو گے، نہ نصرت ترک کرو گے۔ اگر تم نے مجھ سے جو کچھ کہا تھا اس پر قائم ہو تو تم کامیاب رہے اور ہدایت پائی۔ میں حسینؓ ابن علیؓ و فاطمہؓ بنتِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے۔ میرے اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں۔ تمہارے لئے میری زندگی اچھا نمونہ ہے۔

اور اگر تم عہد پر قائم نہ رہو اور بیعت کو توڑ دو تو یہ تم سے کوئی تعجب خیز نہیں ہے۔ یہی سلوک تم نے میرے باپ، بھائی اور مسلم بن عقیل سے کیا تھا۔ دھوکہ کھانے والا وہی ہے جو تمہارے دھوکہ میں آئے۔ تم نے اپنا ہی نقصان کیا اور اپنی قسمت برباد کی۔ جو عہد و پیمان توڑتا ہے اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اور عنقریب خدا تم سے بے نیاز کر دے گا۔

(تاریخ طبری)

انہوں نے نہایت جرات و دلیری کے ساتھ اہلِ عراق کے سامنے ان کے امراء اور بادشاہ کا کچا چٹھا سنا دیا تاکہ وہ بے خبری کا عذر نہ کر سکیں اور شاید راہ راست پر آ جائیں۔

تین محرم کو کربلا میں امام حسین علیہ السلام، خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد یوں گویا ہوئے :

"جو مصیبت ہم پر پڑی ہے تم دیکھ رہے ہو۔ دنیا بدل گئی ناموافق ہو گئی۔ اس کی نیکی رخصت ہو گئی اور بہت تلخ ہو گئی۔ اس میں نیکی اتنی ہی رہ گئی ہے جیسے برتن میں تلچھٹ رہ جائے یا جیسے چراگاہ کی زہریلی گھاس۔ تم دیکھتے ہو، حق پر عمل نہیں ہوتا اور باطل سے اجتناب نہیں کیا جاتا۔ مومن کو چاہیئے کہ لقاء باری کی سچی خواہش کرے۔ میں موت کو سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ جینا وبال ہے۔"

دنیا کے اس بے مثل مجاہد کے اس تاریخی خطبہ سے ہر مسلمان بخوبی آگاہ ہے جو آپ نے شب عاشورہ اپنے ساتھیوں کے مجمع میں فرمایا !

آگاہ رہو۔ میرا خیال ہے کہ مجھے دشمنوں سے سخت مقابلہ درپیش ہوگا۔ میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ تم سب چلے جاؤ۔ تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ رات آگئی ہے، اس میں چلے جاؤ۔ تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت میں سے کسی شخص کا ہاتھ پکڑے۔ رات کی تاریکی میں منتشر ہو جاؤ۔ مجھے ان دشمنوں کے ساتھ تنہا چھوڑ دو۔ یہ میرے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔...

(تاریخ طبری)

آپ نے بار بار اپنے ساتھیوں سے الگ الگ اور تنہائی میں بھی اصرار کیا کہ اگر وہ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ یزید سے میرا مقابلہ ہے...... اسے صرف میری فکر ہے۔ تم میں سے اگر کوئی جانا چاہے تو اس کے فوجی تعرض نہ کریں گے۔ آپ نے انہیں یہاں تک بھی کہہ دیا کہ تم میرے عزیزوں میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لو۔ اس طرح آپ نے مروت کا دباؤ بھی کم کر دیا۔ یہ کھلا اشارہ تھا کہ اگر کسی کو ویسے جانے میں شرم محسوس ہوتی ہو تو اہل بیت کے افراد کو ہمراہ لے جانے میں وہ بھی نہ رہے گی۔ یہ گویا ان کے لئے جواز بن جاتا کہ ہم نے اہل بیت کی حفاظت کی خاطر ایسا کیا۔ یہی نہیں، آپ نے خیمے کا چراغ بھی گل کروا دیا اور اس طرح آنکھ کی شرم کا مسئلہ بھی حل کر دیا۔

شب عاشورہ ختم ہوئی۔ دسویں کا دن نکلا..... معرکہ حق و باطل شروع ہوا۔ اس دن پھر امام عالی مقام نے پوری فوج اور یزید کو مخاطب کر کے خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ اس قدر مدلل تھا اور مسکت تھا کہ دشمن بھی لاجواب ہو گیا۔ خداوند عالم کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد ہوا !

"اے اہل کوفہ میرے نسب کو معلوم کرو۔ غور کرو میں کون ہوں۔ پھر دل میں سوچو اور اپنے نفس کی مذمت کرو کہ کیا تمہارے لئے مناسب اور جائز ہے کہ مجھے قتل کرو اور میری آبرو کو ضائع کرو۔ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی اور باب مدینۃ العلم کا بیٹا نہیں ہوں...... کیا تم نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نہیں سنی کہ حسنؓ و حسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ یہ حدیث بالکل سچی ہے۔ بخدا جب سے میں نے سنِ شعور میں قدم رکھا کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ خدا جھوٹوں کو دشمن رکھتا ہے۔ اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو تم میں ایسے لوگ ہیں جن سے تم پوچھ سکتے ہو۔ وہ تمہیں بتلا دیں گے مثلاً جابر ابن عبداللہ انصاری، ابو سعید خدری، سہیل بن سعد عدی، براء بن عذب، زید بن ارقم، انس بن مالک..... ان لوگوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث سنی ہے۔ کیا یہ حدیثیں تمہیں میرا خون بہانے سے نہیں روکتیں...... اگر تم شک میں ہو تو کیا اس میں بھی شک کی کوئی گنجائش ہے کہ میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ بخدا مشرق و مغرب میں، تم میں یا کہیں اور سوائے میرے کوئی دوسرا کسی نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں۔ افسوس ہے۔ یہ تو بتاؤ تم مجھے کیوں قتل کر رہے ہو۔ کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے اس کا بدلہ مجھ سے لے رہے ہو۔ یا کسی کا مال چھین لیا ہے۔ یا کسی کو زخمی کیا ہے اس کا قصاص مجھ سے لے رہے ہو۔"

"یہ خطاب" آپ کی فطرت کے تین پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جذبات کی رو میں بہہ کر اور جلد بازی سے کام لے کر کوئی غلط قدم نہ اٹھایا جائے۔ اپنے مخالفین کو اصلاح حال کا آخر تک موقع دیا جائے اور اپنے ٹھوس مقاصد کی بار بار تشہیر و تشریح کی جائے۔ اس خطبہ میں آپ نے اپنی مقابل فوج کے جذبات کو براہ راست ابھارا۔ یہ انداز، خود کو مسلمان کہلانے والوں کو ان کی ظالمانہ روش سے باز رکھنے کی پوری اور موثر صلاحیت رکھتا ہے۔ اگر دشمن کی سوچ اور سمجھ کی

قوتیں مفلوج ہو چکی تھیں۔ آپ نے اس خطبہ میں اپنے کردار میں اور اپنی بے گناہی پر روشنی ڈال کر ظالموں کو ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

لشکر یزید کے پاس آپ کی ان باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ آپ کی تقریر کے جواب میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور دشمن کی خاموشی بجائے خود یہ واضح کر رہی تھی کہ اسے آپ کی حقانیت کا پورے طور پر اعتراف ہے۔ یہ خطبہ یزیدیت پر ایک اور ضرب تھی جو آپ نے لگائی۔ آپ نے دنیا پر اور خود دشمن کے سپاہیوں پر یہ حقیقت روشن کر دی کہ آپ کے مخالفین صرف طمع کی خاطر لڑ رہے ہیں۔ اصول پسندی، ایمانداری اور حق پرستی سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے نواسہ رسولؐ جگر گوشہ بتول کو بے یار و مددگار کر کے شہید کرنے کا فیصلہ کیا۔ آپ کے جان نثاروں نے بھی ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کر لیا لیکن سیدنا حضرت امام حسین رضؓ کا ساتھ نہیں چھوڑا حضرت امام حسین رضؓ کے لخت جگر شہزادہ قاسم نے اپنے چچا امام عالی مقام حضرت امام حسین رضؓ کے سامنے جام شہادت نوش فرمایا۔ اور قمر بنی ہاشم حضرت عباس علمبردار کو بھی لشکر یزید نے خون کے دریا میں غرق کر دیا۔

جب جانثاران حسین رضؓ جان کی بازی لگا کر میدانِ کربلا کو لالہ زار بنا گئے۔ تو سیدنا حسین رضؓ کے لخت جگر حضرت علی اکبر رضؓ میدان میں آ گئے۔ شیر کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ آخر تین دن کا پیاسا شہزادہ علی اکبر رضؓ اپنے نانا کے دین کو بچانے کی خاطر شہید ہو گیا۔

سیدنا امام حسین رضؓ جوان بیٹے کی لاش اٹھا کر خیمے میں لائے اور اپنی چادر جوان بیٹے کی لاش پر ڈال دی اور خداوند قدوس کے دربار میں ہاتھ بلند کر کے عرض کی مولا! تیرے دین کے لئے میری زندگی کا عظیم سرمایہ حاضر ہے۔ اس شہید کے جسم سے بہنے والا خون تیرے دین کے پودوں کی آبیاری کرے گا۔

جوان بیٹے کی شہادت کے بعد چھ ماہ کے شیر خوار بچے علی اصغر کو دشمن کے سامنے لے جا کر ایک قطرہ پانی کا سوال کیا لیکن انسانیت کے دشمن لشکر یزید نے پانی کی بجائے زہر آلود تیر سے انہیں سیراب کیا۔

آخر کب تک بھوکے پیاسے ان ظالموں کا مقابلہ کرتے آخر زخمی ہو گئے اسی حالت میں سجدے کی مہلت مانگی نماز ادا کرنے کے لئے رو بقبلہ ہو گئے یہی سجدہ تھا جو عمر بھر کے سجدوں کا حاصل بن گیا۔ حضرت امام حسین رضؓ نے سجدے سے سر اٹھایا تو دشمن ایک ٹولے کی شکل میں حملہ آور ہوا اللہ کا بیٹا اور رسولؐ کا نواسہ دین کی عظمت کے لئے اپنی جان کی بازی لگا گیا اور یہ ثابت کر گیا کہ حسین رضؓ اور اس کا خاندان کٹ تو سکتا ہے مگر کسی فاسق و فاجر غیر شرعی اور باطل پرست انسان کے آگے جھک نہیں سکتا۔

شاہ ہمدان میموریل لائبریری کا قیام

تعاون کی اپیل

نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان کا یہ مقصد اول رہا ہے کہ معاشرے میں علم کی روشنی پھیلانے کے لئے جگہ جگہ لائبریریاں قائم کی جائیں۔

کسی بھی معاشرے میں لائبریری کی اہمیت مسلم ہے۔ لائبریریوں کے قیام سے دانشوروں، خصوصاً نوجوانوں کو نہ صرف علمی سہولیات میسر آتی ہیں بلکہ ان کے اندر ذوق تحقیق بھی بڑھ جاتا ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن خرڑو کھا یونٹ نے حال ہی میں شاہ ہمدان میموریل لائبریری کے نام سے خرڑو کھا بلغار میں ایک لائبریری کا قیام عمل میں لایا ہے۔ مخیر حضرات علماء، دانشوروں اور ملی قوم کی ترقی سے حقیقی لگاؤ رکھنے والے ہمدردانِ ملت سے پرزور اپیل ہے کہ ہماری طرف دست تعاون بڑھائیں۔

محمد ابراہیم انجم صدر
نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن خرڑو کھا یونٹ
(بلغار بلتستان)

مختصر حالات

حضرت شاہ قاسم فیض بخشؒ

خناصن علی ضیاء کراچی

پیدائش

حضرت شاہ قاسم فیض بخشؒ غوث المتاخرین شاہ سیّد محمد نور بخش کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ قصبہ (سولغان علاقہ رے ملک خراسان یعنی عراق عجم میں پیدا ہوئے۔ آپ شاہ قاسم انوار، فیض بخشؒ اور نور بخشؒ وغیرہ کے القاب سے مشہور و معروف ہیں۔

تعلیم و تربیت

آپ نے علوم ظاہری اور باطنی اور دولت معنوی کا کمال سات سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار اور مشائخ واصلین سے حاصل کیا۔ چنانچہ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کے کمال کی مدح اور قابلیت کے سند کی تحریر میں ظاہر کیا اور فقہ احوط میں آپ کو ان القاب سے مخاطب فرمایا کہ اے قابل عالم فاضل، صاحب کشف، واصل باللہ، مرشد کامل، مکمل فرزند عزیز تجھے معلوم ہونا چاہیئے۔ خدا تجھے شریعت، طریقت اور حقیقت کے لحاظ سے اشیاء کی حقیقت کی کمالِ معرفت عطا فرمائے۔

خراسان میں دعوت تبلیغ دین

آپ اور آپ کے بڑے بھائی سید جعفر نور بخش اور سلطان حسین مرزا والی خراسان (سلطان حسین جو کہ ۸۷۸ھ میں تخت نشین ہوا تھا اور ۹۱۲ھ میں دفات ہوئی تھی) کے ساتھ خراسان چلے گئے تھے آپ کے عراق عجم سے خراسان آنے کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ سلطان حسین مرزا والی خراسان کو سید العارفین حضرت شاہ سیّد محمد نور بخشؒ قدس سرہٗ کے بڑے بڑے خلفاء سے مل بیٹھنے کا اتفاق ہوا جو کہ اس علاقے میں مشہور تھے وہ ان کی زبان سے حضرت شاہ قاسم کی تعریفیں سنتا تھا اس لئے وہ آپ سے ملاقات کا مشتاق ہوا۔ حضرت شاہ قاسم کے دربار میں اُس نے متواتر خطوط لکھے تھے جب سلطان حسین مرزا اور ان کی محترم المقام بیوی جن کا نام خدیجہ بیگم تھا نے آپ کی آمد کی خبر سُنی تو دونوں آئے اور حضرت شاہ قاسم فیض بخشؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بادشاہ کے امراء اور معتربین نے بھی باری باری آپ کی مہمانیاں کیں اور بعض اُن میں سے سامنے آکر بیعت سے بھی سرفراز ہوئے اور بادشاہ کا وزیر جن کا نام شہزادہ محمد المعروف کیجک مرزا تھا۔ اپنی صداقت وصفائی کی وجہ سے آنحضرت کا مخلص ہوا اور آپ کی بیعت کے دائرہ میں آگیا۔ قصہ مختصر جب شہزادہ محمد کیجک نے وفات پائی تو ولایتؒ (طہران) میں جو کہ یہاں آپ کی موروثی جائداد تھی آکر مقیم ہو گئے اور اس علاقے میں رہنے والوں کو معرفت کے نور سے فیض رسانی کرنے لگے۔

آئینہ صوفی نور بخشی

اپنے کم علم مریدوں کے لئے جو کتاب سلسلۃ الذہب کے سمجھنے کی پوری قابلیت نہ رکھتے تھے عقائد کی درستی کے لئے چودہ کلمات قدسیہ ایجاد فرمائے جو کہ کتاب سلسلۃ الذہب کا حقیقت میں خلاصہ ہیں اوراد صبحیہ اور عصریہ کے بعد ان کا وظائف کے ساتھ الحاق کر دیا تاکہ ناخواندہ عوام ان سے مستفید ہو سکیں اور ان کے عقائد حوادثات زمانہ اور عقائد فاسدہ سے محفوظ رہیں وہ چودہ کلمات قدسیہ یہ ہیں۔

۱۔ بندۂ خدا ۔ یعنی خدا کا بندہ
۲۔ ذریّتِ آدم ۔ یعنی آدم کی اولاد
۳۔ ملتِ ابراہیمی ۔ یعنی ابراہیم کی ملت
۴۔ امتِ محمدؐ ۔ یعنی محمدؐ کی امّت
۵۔ دینِ اسلام
۶۔ کتاب قرآن
۷۔ قبلۂ خانہ کعبہ
۸۔ اتباعت سنت نبویؐ ۔ یعنی سنّت کی پیروی
۹۔ محبِ علیؑ ۔ یعنی علیؑ کا دوستدار
۱۰۔ سلسلۂ ذہب ۔
۱۱۔ مذہب صوفیہ
۱۲۔ مشرب ہمدانیہ
۱۳۔ روش نور بخشیہ
۱۴۔ مریدِ مرشد

زندگی کے آخری ایام اور سفرِ آخرت

حضرت شاہ قاسم فیض بخش رحؒ قدس سرہٗ اپنے وصال تک پوری فارغ البالی سے اپنے مبارک اوقات کو عبادات

الٰہی اور مسندِ رشد وہدایت کی رونق افروزی میں مشغول رہے یہاں تک کہ ۹۱۹ ھ میں آپ نے اپنے ہوش کے کانوں سے یہ آواز سنی کہ اے نفسِ مطمئنہ راضی ہوکر اپنے رب کی طرف رجوع کر ۔ خدا تجھے خوش کرے گا اور پھر آپ قدس کے باغوں کی طرف تشریف لے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

آثارِ فیض بخش رحؒ

آپ کی تصانیف میں (۱) رسالہ امامیہ جو کہ آئمۂ مساجد کے لئے لکھا گیا ہے ۔
۲۔ مصابیح الاسلام ۔
۳۔ افاضاتِ فیض بخش
۴۔ تحفۂ ہمدانیہ ۔ شامل ہیں ۔

مریدین وخلفاء

آپ کے خلفاء میں سے شاہ شمس الدین شاہ بہاؤالدین فرزندانِ خود شاہ قوام الدین ۔ حاجی حسین ابرقویؒ اور شمس الدین محمد عراقی رحؒ ہیں ۔ آپ سے جو سلسلے چلے ہیں وہ اب تک جاری ہیں ۔ ایک سلسلہ حاجی حسین برقویؒ سے جو ایران میں ہے ۔ دوسرا سلسلہ شمس الدین محمد عراقیؒ سے چلا ہے وہ پاکستان اور ہندوستان دونوں میں ہے ۔

کربلا تاریخِ اسلامی کا انقلاب آفرین موڑ

سیّد محمد اطہر شاہ سرمک

انسانی تہذیب کے بے کراں سیلِ رواں میں ان گنت واقعات اور حادثات رونما ہوتے رہے لیکن وہ وقت کی موجوں میں اس طرح گم ہوئے کہ پھر اُن کا سراغ بھی نہ مل سکا ہاں چند واقعات نے ایسی لہریں پیدا کیں جن کا سلسلہ کبھی برسوں اور کبھی صدیوں توجہ کا باعث رہا ۔ تاریخ میں بڑے بڑے فاتحین کا نام آتا ہے ۔ چنگیز اور ہلاکو کی فوجوں نے پورے ایشیا کو چین سے ترکی تک اور اطراف کے یورپی ممالک سے ایران و عرب و مصر تک بار بار تہہ و بالا کیا ۔ تیمور کی فوجیں یورپ کے قلب تک در آئیں ۔ تاریخ نے ان فاتحین کو تباہ کار کہا ہے جبکہ ایسے افراد جنہوں نے اپنے فکر ونظر سے سیلِ تاریخ کا رُخ موڑا ۔ اُن کے افکار ان عظیم فاتحوں اور تباہ کاروں سے کہیں زیادہ مدت تک تاریخ کے سینے کی دھڑکن بنے رہے

سقراط، گوتم بدھ، کنفیوشش، افلاطون، ارسطو اور دیگر فلاسفر، سائنسدان، ادیب اور فنکار تاریکی کے اتھاہ سمندر کے کنارے روشنی کے مینار بن کر ابھرے، سیلِ وقت نے احترام کے ساتھ ان کے آگے سر جھکایا اور انکی آواز کی لہروں کو اپنے سینے میں جذب کر کے آنے والی نسلوں تک منتقل کیا۔ روشنی کے ان سلسلوں میں ایک سلسلہ وہ ہے جس کا نور ذہن انسانی کی بجائے الوہی سرچشمے کا فیضان تھا سلسلہ انبیاء کرام کا شجر نور ہے ان کے انفاس سے روشنی کی وہ شعاعیں پھوٹیں جن سے دلوں کے چراغ جگمگائے راستے روشن ہوئے اور اخلاق کا تزکیہ ہوا۔ یہ سلسلہ انبیاء ما قبل سے ابراہیم تک پہنچا کعبے کی بنا پڑی ایثار اسمٰعیل نے قربانی کی ایک مستحکم روایت کی بنیاد رکھی۔ دعائے خلیل مستجاب ہوئی تو ابراہیم کے شجر آرزو میں وہ برگ و بار پیدا ہوئے کہ ذریت ابراہیم نے اسحٰق و اسمٰعیل کے وسیلے سے ہزاروں سال مستضعفین عالم کی رہنمائی کی اور انہیں گمراہی کی ظلمت سے نکال کر ہدایت کی روشنی کا راستہ دکھایا۔ موسیٰ کے عصانے فرعون کا زعم خدائی توڑا۔ ید بیضانے پسماندگان کو پیش زندگی کی منزل تک پہنچایا۔ عیسیٰ نے اخلاق کا وہ درس دیا کہ مردہ ضمیروں میں نئی اخلاقی زندگی کسمسائی، دنیا کے ٹھکرائے ہوؤں کو دنیا میں سربلند ہونے کا موقع ملا۔ یہ سلسلہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوا۔ ارض کعبہ سے اذان حق کی صدا بلند ہوئی حرا کی خلوت میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِی خَلَقَ کی آواز یوں گونجی کہ اس کی لہروں نے بہت جلد پورے جزیرہ نمائے عرب کو اپنے حلقۂ اثر میں لے لیا۔ حضرت نے مدینہ بسایا یثرب کا ستارہ قسمت چمکا کہ آفتاب رسالت نے اسے اپنا مامن و مرکز بنایا۔ عرب کے خانہ بدوش بدّو، آپس میں صدیوں سے دست وگریبان قبائل، نسل ونسب کے گزیدہ اسیر اسلام کے حصار میں آکر خدائے واحد کے حضور سربسجدہ ہوئے تو توحید نے ان کے ہاتھوں میں وہ عالم شکار تلوار دی کہ قیصر کا قصر لرز اٹھا، کسریٰ کا محل گرا، آتش خانوں کی آگ بجھی رحمۃ اللعالمین کے دامان کرم سے وابستہ دریدہ دامنوں اور بوسیدہ عباؤں کے حامل افراد نے قبائے شاہان اور تخت وتاج سلاطین اپنے قدموں کی خاک سمجھی

طلوع اسلام کا واقعہ ایک نئی تاریخ کا آغاز ہے محمدؐ کا پیغام ابدی ہے ان کی رسالت تمام عالموں اور کل زمانوں کی ہدایت ہے اب رسالت کی بقاء نہایت ضروری تھی اس لئے رسالت نے اپنے پیغام کی حفاظت کے لئے ایسے افراد کی تربیت کر دی تھی۔ جو نامساعد حالات اور اوقاتِ گمرہی میں بھی دعائے ابراہیم کے ثمرات کی حفاظت کر سکیں۔ اس پیغام کی ابدی بقا کو ذبح عظیم کی ضرورت تھی۔ آغوشِ رسالت کے کسی پروردہ کو کل پر ملتوی قربانی اسمٰعیل کا قرض ادا کرنا تھا حسینؑ نے یہ قرض اپنے اور اپنے اعزہ واصحاب کے خون سے ادا کیا سلسلہ انوار انبیاء کو اپنی بقا کے لئے امام کی شہادت درکار تھی۔ اس ادائے قرض اور اس شہادت کا نام کربلا ہے اگر کربلا تاریخ انسانیت کے سیل تباہ کار کا رُخ نہ موڑتا۔ تو اس کا وہ دھارا جس کا نام اسلام ہے اپنے کلمہ گویوں کی دنیا پرستی وجاہ طلبی کے ہاتھوں تاریخ سے معدوم ہو جاتا۔ ظاہر کی آنکھ سے تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو کربلا چند ساعات کی مختصر سی لڑائی ہے جس میں ۷۲ یا زیادہ سے زیادہ ایک سو افراد اپنی بے سروسامانی کے ساتھ ہزاروں کے لشکر سے ٹکرائے اور موت کی آغوش میں جا سوئے ان میں وہ بوڑھے بھی تھے جنہیں سہارا دیکر گھوڑے پر بٹھایا گیا وہ جوان بھی تھے جن کی تلواروں نے ذوالفقار سے شجاعت وعدالت کا درس لیا تھا وہ کم سن بھی تھے جو جنگ کو بچوں کا کھیل سمجھ کر ماؤں کی گودیوں سے چلتے ہوئے میدان میں آگئے تھے اور ان کے پس پشت عورتوں اور معصوم بچوں کا ایک قافلہ تھا جس کی نگہبانی وسالاری کے لئے ایک بیمار رہ گیا تھا اس جنگ کا موازنہ اگر یونان وایران کی معرکہ آرائیوں اور عظیم فاتحین کی لشکرکشیوں سے کیجئے تو شہید ہونے والے کسی شمار میں نہیں۔ جنگ کی مدت کو پیمانہ ماہ وسال سے ناپیے تو برسوں اور مدتوں چلنے والی جنگوں کے مقابل میں نماز صبح سے عصر تک جاری رہنے والی لڑائی کی اہمیت کیا رہ جاتی ہے؟ خود صفین کی جنگ میں دونوں جانب سے ہزارہا مسلمانوں کے لشکر جرار برسرِ آزما ہوئے۔ اور سینکڑوں

معرکہ آرائی نے طول کھینچا تھا۔ پھر آخر چند گھنٹوں کی اس مختصر لڑائی کو آج تک کیوں یاد کیا جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس جنگ نے لا الہ الا اللہ کی بنا مضبوط کر دی۔ رسول اکرمؐ کے سارے غزووں اور سریوں کی فتحوں پر مہر توثیق ثبت کی۔ جمل و صفین و نہروان کا آخری فیصلہ کیا۔ صلح حسنؑ کے معاہدے کے ساتھ معاویہ کی پیمان شکن سیاست کا پردہ چاک کیا، نفاق کے چہرے سے نقاب اٹھایا اور ایمان کا چہرہ روشن کر دیا۔ اگر کربلا کی جنگ وقوع پذیر نہ ہوتی تو اسلام کی رسالت و امامت ملوکیت کے جبر تلے ٦١ھ میں ختم ہو گئی ہوتی۔ اس جنگ میں لشکر ظلم کے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے پامال ہو جانے والی لاشوں نے اسلام کو نئی زندگی بخشی اس جنگ کے شہیدوں کی بے کفنی نے چادر تطہیر کا سایہ انسانیت کے سر سے نہ اٹھنے دیا۔ اس جنگ کے اسیروں کی مظلومی و جرأت نے مسلمانوں کو بے باکی و حق گوئی کا درس دیا۔ آنے والے زمانے کے آشفتہ سروں کو بتایا کہ اسیری آزادی کی تمہید ہے۔

کربلا نے ایک طرف سچے اسلام اور اس کی اقدار کا تحفظ کیا اور خونِ حسینؑ نے ان اقدار کی بقاء کی ضمانت لی دوسری طرف کربلا نے فکر و نظر کے جادے روشن کر کے عالم اسلام کی ذہنی علمی ترقی کا اثاثہ فراہم کیا۔ کربلا کا تیسرا فیضان عالم اسلام ہی سے مخصوص نہیں۔ تاریخ انسانیت کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ کربلا کے کثیر الجہات اثرات کو دیکھا جائے تو کربلا تاریخ اسلامی ہی کا انقلاب آفرین موڑ نہیں۔ تاریخ انسانیت کا وہ روشن سنگِ میل بن کر ابھرتا ہے جس نے تمام انقلاب آزادی کی تحریکوں اور عدل و مساوات کے نظریات کے لئے راستے کھول دیئے۔

کتاب "رفع اختلاف" کی حقیقت

غلام حسن نور بخشی

گزشتہ سال میر سید محمد نور بخش کی طرف منسوب ایک جعلی کتاب ایران سے شائع ہوئی جسے مبینہ طور پر اب پاکستان سے بھی شائع کیا گیا ہے اور اُسے نور بخشی حلقوں میں پھیلا دیا گیا ہے۔

۸۵۷ھ مطابق ۱۶۵۳ء میں مرزا حیدر کاشغری کے ہاتھوں نور بخشی علماء اور رہنماؤں کے قتل، کتابوں کے نذرِ آتش ہونے اور مذہبی اداروں کی تباہی سے نور بخشیوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ اس غیر منصفانہ کارروائی سے مسلمانان نور بخشیہ بزرگوں کی کتابوں اور تعلیمات سے محروم ہو گئے۔ ۸۵۷ء سے میر ابوسعید ۱۷۱۵ء کے زمانے تک مسلمانان نور بخشیہ ایک غیر معمولی بحران سے دوچار ہے۔ کتابوں کی کمیابی اور غیر موجودگی کی وجہ سے انہیں اپنے دینی فرائض کی ادائیگی اور اشغال و اعمال کی بجا آوری میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ نیز انہیں اسی بات کے لئے اِدھر اُدھر دیکھنے کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ اس دور میں نور بخشیوں میں غیر نور بخشی اعمال و عقائد کی آمیزش شروع ہوئی۔ پھر انہوں نے دعواۃ الصوفیہ تدوین کی اور اُسے آخری شکل دی تاہم مذہبی کتابوں کی کمیابی نے انہیں عجیب صورتِ حال سے دوچار کر دیا تھا جس کی وجہ سے غیر نور بخشی تعلیمات کی آمیزش جاری رہی۔

جب ان بیرونی افکار کے متعلق مختلف راسخ العقیدہ لوگوں نے آواز اٹھائی تو اُن باتوں کے حامی افراد کو ان کا ثبوت پیش کرنا پڑا۔ اگر وہ یہ ثبوت دوسری کتابوں سے لاکر خود اپنی طرف سے کتابیں لکھ کر شائع کرتے تو بڑی اچھی بات ہوتی۔ مگر انہوں نے ایسا کرنے کی بجائے یہ طریقہ اختیار کیا کہ خود کتابیں لکھ کر بزرگانِ نوربخشیہ خاص طور پر میر سیّد محمد نوربخش کی طرف منسوب کر دیں۔ ایسی گھٹیا و غیر علمی کتابوں کا سلسلہ تا ہنوز جاری ہے۔ کہاں وہ بلند و بالا قرآن و سنت پر مبنی میر سیّد محمد نوربخش کے خیالات اور کہاں یہ غیر معیاری، غیر قرآنی دور از کار فاسد خیالات۔

کتاب رفع اختلاف کے بارے میں جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ کتاب میر سیّد محمد نوربخش رح کی نہیں ہے۔ ذیل میں صرف بیرونی شواہد پیش کئے جا رہے ہیں۔ اس کا متن بھی میر صاحب کی کتابوں سے متصادم ہے۔ اس کے بارے میں آپ اگلے شمارے میں پڑھیں گے قارئین کو رائے زنی کی دعوت دی جاتی ہے۔

۱۔ میر سیّد محمد نوربخش کے تذکرہ نگاروں نے آپ کی تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ کسی بھی تذکرے میں اس کتاب کا ذکر نہیں ہے۔ حتیٰ کہ سابق R C D کے زیر اہتمام شائع ہونے والی سات جلدوں پر مشتمل کتاب " فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی اور تحقیقات فارسی کے زیر اہتمام شائع ہونے والی فہرست مشترک کی ۱۳ جلدیں بھی اس نام سے خالی ہیں آقائے بزرگ تہرانی کی ۲۵ جلدوں پر مشتمل کتاب بھی اس کتاب کے نام سے ناآشنا ہے

۲۔ ہمیں جو فوٹوسٹیٹ کاپی جناب شیخ سکندر حسین صاحب کے توسط سے ملی ہے۔ وہ شروع سے آخر تک خوشخط نستعلیق میں بڑی تقطیع کے جلی حروف میں لکھی ہوئی ہے لیکن اس کا سر ورق نہیں ہے۔

گویا یہ کتاب ایک ایسے دھڑ کی مانند ہے جس کا سر کاٹ کر ضائع کر دیا گیا ہو جس کی وجہ سے اس کی شناخت مشکل ہو گئی ہے۔ یہی حال اس کتاب کا ہے۔ چنانچہ کسی من چلے بلکہ دھوکہ باز نے اپنے قلم (FOUNTAIN PEN) سے کتاب کا نام اور سید محمد نوربخش کا نام لکھ کر اسے سرورق بنا دیا ہے۔ اس اندراج کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں۔ چنانچہ یہ صورتِ حال کتاب کو مشکوک اور ساقط الاعتبار بنا دیتی ہے۔

۳۔ کتاب کی اصل کہاں ہے؟ فوٹوکاپی پر وقف کتاب خانہ امیر ہمدان کی مُہر لگی ہوئی ہے۔ شیخ صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ اس کی اصل تہران میں ہے جبکہ N Y F کے صدر سیّد اکبر علی کو بتایا ہے کہ اس کی اصل "کتابخانہ آیا صوفیہ" ترکی میں ہے اور اس کی فوٹوکاپی ہمدان میں جو فوٹوکاپیاں پاکستان پہنچ رہی ہیں یہ ہمدان کے نسخۂ عکسی کی فوٹوکاپی ہے۔ ہم نے آیا صوفیہ اور ہمدان دونوں جگہ رابطہ قائم کیا ہے مگر تاحال کوئی ثبوت فراہم نہیں ہو سکا ہے۔

۴۔ میر سید محمد نوربخش کی ضخیم ترین کتاب الفقہ الاحوط سے مختصر ترین رسالہ دربیان آیت: تمسک کے کئی کئی قلمی نسخے پائے جاتے ہیں۔ زیرِ بحث رسالے کا یہی ایک نسخہ ہی کیوں؟

۵۔ میر سید محمدؐ نوربخش نے فقہ احوط میں الا رفع الاختلاف اولاً فی الفروع وثانیاً فی الاصول ال فرمایا ہے یہاں فروع سے مراد الفقہ الاحوط ہے اور اصول سے مراد کتاب الاعتقادیہ ہے۔ اس ثالث کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہ سوال پھر بھی اپنی جگہ ہے کہ مصنف نے کتاب میں کون سا اختلاف دور کیا ہے جیسے وہ بڑے فخر کے ساتھ جواب عظیم لکھتا ہے دیکھئے صریحہ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا مصنف مسلمانوں میں انتشار پھیلاتا ہے اور رفع اختلاف کی بجائے خود اختلاف پیدا کرتا ہے اور بڑے دھڑلے کے ساتھ ایک مکتبۂ فکر کی تعلیمات کو بڑی شد و مد کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کتاب کا مصنف ایک بڑا انتشار پسند ہے۔

۶۔ میر سیّد محمد نوربخش کی دوسری تمام کتابوں اور نسخہ بخشیہ

کتاب کا اسلوب بیان ایک جیسا نہیں وہ بلند پایہ عرفانی جملے اور صوفیانہ اصلاحات اس کتاب میں موجود ہی نہیں جن سے شاہ سید کی دوسری کتابیں بھری پڑی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی عبارات ایک عالم خشک کی ہے اور اس میں ایسے الفاظ و تراکیب موجود ہیں جو ایران اور فارسی زبان میں سرے سے موجود ہی نہیں بلکہ یہ برصغیر اور بلتستان میں مستعمل ہیں۔ نیز ایسے لہجے اور تراکیب استعمال ہوتے ہیں جو آج کل تو ایران میں رائج ہیں جبکہ سید محمد نور بخش کے زمانے میں رائج ہی نہیں تھے۔

۷۔ روحانی مرشد اور عرفانی مراد ہونے کی حیثیت سے میر سید محمد نور بخش جب بھی خواجہ اسحاق ختلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیتے ہیں بڑی عقیدت اور گرمجوشی سے لیتے تھے دیکھئے انسان نامہ صہ ۴۴ " مرشد با استحقاق قطب آفاق مخدوم علی الاطلاق حضرت خواجہ اسحاق " اور رفع اختلاف صہ ۶ آنچہ استاد من خمیر کنندۂ طبع من خواجہ جہاں اسحاق ختلانی، کشف الحقائق صہ ۱۵ " قطب الانام، مخدوم علی الاطلاق کامل و مکمل با استحقاق مرکز دائرۂ انفس و آفاق خواجہ اسحاق " ذرا ان تینوں عبارات کو ایک بار پھر پڑھئے کیا یہ تینوں ایک ہی شخص کی تحریر ہو سکتی ہے ؟

۸۔ کتاب کا نام کیا ہے ؟ مبینہ طور پر قلمی نسخے پر کوئی نام درج نہیں۔ ایرانی چھاپ پر میراث عارفانہ جاودانہ '' اور اسکے مقدمے میں حل اختلاف درج ہے۔

۹۔ کتاب میں ابن عربی اور منصور حلاج کے تصوف کو انحراف کا نام دے کر اس کی تردید کی ہے دیکھئے صہ ۹ حالانکہ ابن عربی اور منصور حلاج کی نہ صرف میر سید محمد نور بخش بلکہ دوسرے بزرگوں کی کتابوں میں بھی تعریف آئی ہے۔

ا۔ رسالہ وجودیہ صہ ۴ جس کا حوالہ مجالس المومنین میں بھی آیا ہے میں ابن عربی کو شیخ المحققین کہا گیا ہے اس کتاب کا حوالہ بھی مجالس المومنین میں صہ ۳۰۵ پر درج ہوا ہے۔

ب۔ سید محمد نور بخش سلسلۃ الاولیاء صہ ۱۹ میں لکھتے تھا۔

کان اکمل الاولیاء المحققین فی زمانہ حالا و علما و ھو رئیس الموحدین ولہ مشرب عمیق عیانی فی التوحید والحقائق منفرد فیہ فی اولیاء الامۃ ۔۔۔۔

بحر لا ساحل لہ

آپ اپنے زمانے میں "حال" و "علم" میں اولیائے محققین کے اکمل تھے۔ آپ رئیس الموحدین ہیں۔ توحید و حقائق میں آپ کا مشرب بہت عمیق ہے اس لحاظ سے آپ اولیائے امت میں منفرد ہیں۔

آپ ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی ساحل نہیں۔

ج ۔ میر سید محمد نور بخش ہی نے ایران میں ابن عربی کے خیالات کو پھیلایا ہے۔ اس ضمن میں آپ کے رسالہ وجود مطلق کا مطالعہ کرنا چاہیئے جس میں وہی افکار اور خیالات درج ہیں جنہیں ابن عربی پیش کرتا ہے نیز ایرانی محققین کا بھی یہ خیال ہے دیکھئے سعید نفیسی سرچشمۂ تصوف در ایران صہ ۱۹۹)

در قرن ہشتم شاہ نعمت اللہ ولی و پس آن سید محمد نور بخش طریقہ تصوف ابن العربی را کہ با تصوف ایران بیگانہ نبودہ است ، در میان ایرانیان رواج دادہ اند ۔

آٹھویں صدی ہجری میں شاہ نعمت اللہ اور ان کے بعد سید محمد نور بخش نے ابن عربی کے تصوف کو ایرانیوں میں رواج دیا جس سے وہ پہلے بیگانہ نہ تھے۔

د ۔ ابن عربی نے وحدت الوجود کا نظریہ پیش کیا تھا اس نظریئے کو ایران میں شاہ نعمت اللہ ولی اور میر سید محمد نور بخش نے رواج دیا۔ اس بارے میں بھی اتفاق ہے کہ نور بخش ایک صوفی وحدت وجودی بودہ : نور بخش ایک وحدت وجودی صوفی تھے۔ (دیکھئے تصوف و تشیع صہ ۳۲۱

ہ ۔ پیروان فرقہ نور بخشیہ از تصوف ابن عربی متابعت کردہ اند سید محمد نور بخش پیشوای نور بخشیہ ابن عربی را بہ وحدت اتم تمجید فرمودہ است (مقدمہ مفاتیح الاعجاز صہ ۷۰)

ترجمہ: پیروکاران نوربخشیہ نے ابن عربی کے تصوف کی پیروی کی ہے۔ پیشوائے نوربخشیہ سید محمدؒ نوربخش نے ابن عربی کو مکمل طور پر تاکید فرمایا ہے۔

و۔ میر سید علی ہمدانی نے ابن عربی کے فصوص الحکم کی شرح لکھی جواب شائع ہوچکی ہے۔

ز۔ اسی طرح منصور حلاج حلولی ہرگز نہ تھے وہ ایک عاشق جانباز تھے جنہوں نے عشق الٰہی میں ڈوب کر انا الحق کا نعرہ لگایا اور علمائے بغداد کے فتویٰ پر سولی پر چڑھا دیئے گئے۔ آپ کی تعلیمات نہایت پاکیزہ ہیں۔ طواسین نامی کتاب میں آپ کے پاکیزہ خیالات دیکھے جا سکتے ہیں جس کا دوسری عالمی زبانوں کے علاوہ اردو میں بھی ترجمہ عام دستیاب ہے۔

میر سید محمدؒ نوربخش کی "اصول عقائد" کے درج درج ذیل عبارت میں منصور حلاج کی توصیف کی گئی ہے۔

ومثاله کحدید فی کورة اذا اتصف بصفات النار من الحمرة والحرارة والحراقة وقال انا النار فهو محق فی قوله (کتاب الاعتقادیہ صہ ۳۷)

اس کی مثال بھٹی میں لوہے کی ہے جب وہ سرخی، حرارت اور جلانے والی آگ کی صفات سے متصف ہوجائے اور کہے کہ میں آگ ہوں تو وہ اپنی بات میں سچا ہے۔

اس عبارت کی روشنی میں منصور حلاج لائق گردن زنی نہیں بلکہ قابلِ تقلید ہے۔

(ح) میر سید محمد نوربخش کی مندرجہ بالا عبارت کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام کا خطبہ البیان بھی قابل ملاحظہ ہے جس میں آپ فنا فی الخلق کے عالم میں انا اللہ تک فرما جاتے ہیں۔

ط۔ نیز میر سید محمد نوربخش کے مرید خاص اور خلیفہ شمس الدین لاہجی نے اپنی کتاب مفاتیح الاعجاز میں گیارہ جگہ ان کی تعریف کی ہے۔

۱۰۔ رفع اختلاف میں صہ ۲۷ پر اسم محمد کو اور صہ ۸۷ پر اسم حسین کو اسم اعظم قرار دیا ہے۔ حالانکہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے کہ اسم اعظم اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے کوئی ہے۔ اور اسمائے حسنیٰ بہت ہی معروف ہیں پیروکارانِ نوربخشیہ کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اسمائے حسنیٰ میں نہ لفظ محمدؐ ہے اور نہ حسینؑ۔

اکثر مسلمانوں کا خیال یہی ہے کہ لفظ اللہ اسم اعظم ہے۔ سلسلہ نوربخشیہ کے بزرگوں نے بھی اسی بات پر زور دیا ہے نیز دیکھئے شیخ علاوالدولہ سمنانی ودتہ العالمین صہ ۶۴

۱۱۔ رفع اختلاف میں کئی صفحات پر سلسلہ بارہ امامی کے سوا باقی تمام سلاسل کو باطل قرار دیا ہے۔

ﺍ۔ جبکہ سید محمد نوربخش نے اپنی کتاب کشف الحقائق صہ ۱۵، ۱۶) اور صحیفۃ الاولیاء صہ ۳۲۔۳۳ پر اپنا شجرۂ طریقت تفصیل سے دیا ہے جس میں ۱۴۰ : ۱۵ آئمہ اثنا عشرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ب۔ اس ضمن میں کشف الحقائق صہ ۱۴، ۱۵ کے درج ذیل عبارات سے رفع اختلافات کی عبارات باطل ہوجاتی ہے۔

سلسلہ اولیاء از زمان حضرت سلطان الاولیاء ..... علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الی یومنا هذا مسلسل ومعنعن است وتا انقراض عالم خواهد بود ودر هیچ وقت از اوقات خللی باحوال بواطن مظاهر اسماء وصفات راه نیافته ونخواهد یافت الان کما کان ! .....

بر اہل ایمان وکافۂ مسلمانان اعتصام بحبل اللہ والمتین واجب ولازم است۔

سلطان الاولیاء ..... علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے زمانے سے سلسلہ اولیاء مسلسل اور معنعن ہے اور قیامت تک رہے گا اور مظاہر اسماء وصفات کے احوال باطن میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ جیسا پہلے تھا اب بھی ویسا ہی ہے اہل ایمان اور تمام مسلمانوں پر حبل اللہ المتین کو تھامنا واجب و لازم ہے۔

اس کے بعد میر سید محمد نور بخش اپنا سلسلہ درج کرتے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں۔

شرح سلسلہ کہ حبل اللہ المتین و عروۃ الوثقیٰ دین عبارت ازان بدین کیفیت است کہ ثبت افتاد۔

ترجمہ: شرح سلسلہ کہ حبل اللہ المتین اور عروۃ الوثقیٰ دین اسی سے عبارت ہے جو میں نے لکھ دیا ہے۔

(ج) اسی طرح میر سید علی ہمدانی نے اپنی چار کتابوں داؤدیہ، الطالقانیہ، فقریہ اور کتاب الفتوت میں سلسلہ طریقت درج کیا ہے۔ ان میں بھی بارہ ائمہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(د) میر شمس الدین لاہجی نور بخشی نے مفاتیح الاعجاز میں اور ملا محمد علی کشمیری نے تحفۃ الاحباب میں جو شجرہ درج کیا ہے۔ ان میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۴ - بلکہ آج تک کوئی کتاب تالیف ہی نہیں ہوئی ہے جس میں آئمۂ اثنا عشر کا جاری کردہ کوئی سلسلۂ طریقت ہو حتیٰ کہ دنیا میں بارہ اماموں سے منسوب کوئی سلسلۂ طریقت موجود ہی نہیں ہے۔

۱۲ - رفع اختلاف میں کئی صوفیانہ اصطلاحات درج ہیں لیکن مصنف دل کھول کر تصوف کی مذمت اور تردید کرتا ہے اور ایک جگہ تصوف حقہ کہہ کر تصوف کی تعریف بھی کی ہے۔

حالانکہ سلسلۂ نور بخشیہ بذاتِ خود تصوف کا ایک سلسلہ ہے۔ میر سید محمد نور بخش نے خود اپنی کتاب میں صوفی ہونے پر فخر کیا ہے۔ دیکھیے واردات نور بخش صد ۶

ہم صوفی و شیخ خانقاہیم
ہم مرشد سالکان راہیم

سلسلۂ نور بخشیہ کے بزرگوں نے تصوف کے موضوع پر آداب الصوفیہ، چہل مقام صوفیہ اور اصطلاحات صوفیہ کے نام سے کتابیں لکھی ہیں۔ نیز اُن بزرگوں کی کسی بھی کتاب کو اٹھا کر دیکھئے۔ ان میں صوفیاء کے افکار و احکام کے سوا کسی اور چیز کا بیان نہیں۔ نیز تذکرہ نگاروں اور مورخین نے بھی تمام بزرگوں کا صوفی کی حیثیت سے تذکرہ کیا ہے نہ کہ کسی اور حیثیت سے۔

راقم السطور نے اوپر ۱۲/ نکات اور متعدد ذیلی نکات اٹھائے ہیں جن کے علاوہ متن میں ایسی بے شمار باتیں ہیں جو میر سید محمد نور بخش کی تعلیمات سے متصادم ہیں جنہیں قارئین اگلے شمارے میں پڑھیں گے۔

ان نکات اور متن کی روشنی میں مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب میر سید محمد نور بخش کی ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ اگر یہ انہی کی ہے تو پھر الفقہ الاحوط، کتاب الاعتقادیہ، انسان نامہ، کشف الحقائق، معراجیہ، نفس ناطقہ، وجودیہ، واردات نور بخش اور دوسرے وہ تمام کتب و رسائل میر سید محمد نور بخش کی نہیں جن کا تذکرہ میں نے اپنی کتاب تاریخ بلتستان میں کیا ہے۔

گزارش

یہ کتاب مسلک نور بخشیہ سے سچا لگاؤ رکھنے والوں کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ سازشی لوگ اس قسم کی جعلسازی اور فریب کاری سے کام لیتے ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ایسی کتابوں کو مسترد کرتے ہوئے بزرگوں کی اصل کتابوں کی اشاعت و تفہیم کا پروگرام بنایئں۔

ملت نور بخشیہ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ ابھی یہ ایک جعلی کتاب منظرِ عام پر لے آئے ہیں لیکن مزید دو کتابوں کی آمد متوقع ہے۔ جناب سکندر حسین صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ ایران کے ایک کتابخانے میں رفع اختلاف۔ (۲) عشرت الطاہرہ (۳) تاریخ بوستانِ ملت نام کی تین کتابیں موجود ہیں۔ چونکہ ان تینوں کتابوں کا نام میں نے پہلے نہیں سنا تھا۔ چنانچہ میں نے موجودہ زمانے کے سب سے بڑے کتاب شناس، نسخہ شناس اور فہرست نویس آقای احمد منزوی کو خط لکھا۔ انہوں نے ان کے بارے میں قطعی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ اب شیخ صاحب رفع اختلاف کے بارے میں کہتے ہیں کہ اصل تہران میں ہے۔ جبکہ آیا صوفیہ

میوزیم ترکی کی جانب سے ہمارے ایک دوست کو خط آیا ہے جس میں لکھا ہے کہ ان کے میوزیم میں شیخ علاؤالدولہ کی کچھ کتابیں ضرور ہیں۔ سید محمد نور بخش کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ ملتِ نور بخشیہ کو اس جعلی کتاب کے بارے میں جراتمندانہ اقدام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ روز روز آنے والی جعلی کتابوں کا سدِّ باب ہو سکے۔ بصورت دیگر ہمارا مستقبل تاریک اور غیر محفوظ ہے۔ اور ہم اپنے وجود اور تشخص کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے ؎

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں ؟

> نوٹ: مختلف نور بخشی تنظیموں نے کتاب " آئینِ طریقت " ترجمہ " رسالہ رفع اختلاف " کو جعلی قرار دیتے ہوئے تردیدی اشتہارات اور قرار دادیں شائع کی ہیں۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے دو اشتہارات نوائے صوفیہ صفحہ نمبر ۲۵ پر شائع کر دیئے گئے ہیں۔ ان اشتہارات کے مندرجات صاحبِ مضمون کے مؤقف کو تقویت دیتے ہیں۔

قارئین سے گذارش ہے کہ معلومات کیلئے ہمارے درج ذیل نمائندوں سے رجوع کریں۔

۱۔ خپلو ———— ماسٹر شکور علی
۲۔ سکردو ———— صدیقی اسٹیشنرز چشمہ بازار سکردو
〃 غلام مہدی کوروی شاپ نمبر ۱۱ حسین مارکیٹ نیا بازار سکردو
۳۔ گلگت ———— ماسٹر شکور علی انور صاحب
۴۔ کھرکو بلغار ڈغونی ———— ماسٹر غلام نبی ہائی سکول ڈغونی
۵۔ تھلے ———— ماسٹر علیشاہ گاگڈ بیک پرائمری سکول
۶۔ شگر گلاب پور ماسٹر علی محمد ہادی
۷۔ کورو ———— ماسٹر غلام حیدر
۸۔ سینو تھگس ———— سید زاہد حسین الموسوی مسجد اعظم سینو۔
۹۔ شگر ———— علی حسین طالب علم الچوڑی
۱۰۔ سرمیک ———— غلام مہدی شاہ سرمیک سُپروائزر ایدھی ویلفیئر سنٹر سکردو
۱۱۔ واہ کینٹ ———— محمد علی منور نزد ماڈل اسکول واہ
۱۲۔ مری ———— محمد یوسف خان لوئر بازار مری۔
۱۳۔ لاہور ———— محمد اشرف شاہ شمس کاری
۱۴۔ کراچی ———— محمد عارف، منظور کالونی
۱۵۔ راولپنڈی ———— شمشاد علی، طالب علم
۱۶۔ سلترو سیاچن ———— ماسٹر غلام محمد صاحب سلترو
۱۷۔ کرسیں ———— روز علی شبیری سیکرٹری انجمن فدایانِ آلِ رسول کرسیں
۱۸۔ کوئٹہ محمد علی غلوی بلوچستان یونیورسٹی

نوائے صوفیہ کی انتظامیہ نے صفّہ لائبریری کا دورہ کیا

صفّہ لائبریری اسلام آباد کے مہتمم اعلیٰ اور نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن اسلام آباد کے جنرل سیکرٹری محمد علی شجاع صاحب کی دعوت پر ایڈیٹر نوائے وقت ڈاکٹر غازی محمد نعیم اور آرگنائزر جی۔ ایچ معروفی نے صفّہ لائبریری اسلام آباد کا دورہ کیا۔ اس موقع پر لائبریری کے چیف آرگنائزر نے لائبریری سے متعلق بریفنگ دی۔ ایڈیٹر نوائے صوفیہ نے اس موقع پر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کی کوششوں کو سراہا۔ شجاع صاحب نے کہا کہ اس وقت لائبریری میں ایک ہزار سے زائد کتب موجود ہیں جس میں اسلامی کتابیں اور سکول اور کالج کی درسی کتابیں شامل ہیں۔ عنقریب لائبریری میں ریڈنگ روم کی سہولت بھی فراہم کی جائے گی۔ اس موقع پر ممتاز عالم دین جناب مولوی محمد اشتیاق صاحب بھی موجود تھے۔

دُنیائے تصوّف کی خبریں

علمائے نوربخشیہ کی منتخب کمیٹی کے متفقہ فیصلے کو ہم ذیل کے سطور میں من وعن شائع کر رہے ہیں نیز قارئین نوائے صوفیہ کی دلچسپی کے لئے ہم اسی نوعیت کی ایک اور قرارداد بھی ساتھ ہی شائع کر رہے ہیں جو علمائے نوربخشیہ کے کنونشن منعقدہ مقام کرسیں بلتستان میں "حلفیہ اقرار نامہ" کے عنوان سے مورخہ ۸ مئی ۱۹۸۲ء کو بالاتفاق منظور کی گئی تھی۔

حلفیہ اقرار نامہ

۸ مئی ۱۹۸۲ء

(کرسیں)

میں ایک مومن و مسلمان ہونے کی حیثیت سے بلا جبر و اکراہ اس امر کا از تہہ دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میں مذہب صوفیہ نوربخشیہ کے اصول و فروغ پر کاربند ہوں میرا قلبی میلان نہ اس گروہ کی طرف ہے جس کے اصول دین کی ابتداء (اوّل توحید سے ہوتی ہے اور پنجم معاد) پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔ میرا قلبی میلان نہ اس گروہ کی طرف ہے جس کے اصول دین کا اختتام (والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت) پر ہوتا ہے میری تصدیق قلبی اور اقرار لسانی میں کوئی تضاد نہیں ہے میں غیر صوفیہ نوربخشیہ کے خفیہ آلہ کار کی حیثیت سے کوئی معاوضہ نہیں لیتا ہوں اگر قبل ازیں مذکورہ حیثیت سے کوئی غیر صوفیہ نوربخشیہ کی طرف سے جو کچھ بھی معاوضہ لے رہا ہوں گا تو آئندہ کے لئے ہرگز نہیں لوں گا اور نہ ہی غیر صوفیہ نوربخشیہ کا خفیہ آلہ کار رہوں گا۔ میں فروعی مسائل میں مجموعہ شریعت محمدیہ (الفقہ الاحوط) اور دعوات صوفیہ پر عمل پیرا ہوں اور اصولی مسائل میں کتاب الاعتقادیہ میں مندرجہ عقائد کا معتقد ہوں اگر میرا قلبی میلان اپنے اقرار لسانی کے خلاف غیر صوفیہ نوربخشیہ کی طرف ہو تو مجھ پر لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین ہو اور بروز قیامت میرا حشر سگان دوزخ کی صف میں ہو۔

اس کنونشن میں کل ۶۹ علمائے کرام اور زعماء کے نام اور دستخط موجود ہیں۔ زیرِ نگرانی العبد المقر جناب سید عون علی صاحب الموسوی پیر نوربخشیہ (مرحوم) بشمول جناب سید علی شاہ صاحب، سید حبیب اللہ، سید حمایت علی، سید مختار حسین، علامہ محمد بشیر، آخوند مہدی علی، مفتی محمد عبداللہ

بدیع الزماں، صوفی غلام محمد، غلام حسین نورانی، مولوی محمد علی (ڈغونی)، صوبیدار غلام، مولوی عبدالسلام، غلام علی حیدری عبداللہ خان چیئرمین، سید خورشید عالم، سید امداد علی شاہ، اخوند محمد ابراہیم، محمد حسن نوری، سید سعادت جان، غلام محمد حقانی، محمد اسماعیل براہ، جابر براہ، سید محمد شاہ صاحب (موجودہ پیر نوربخشیہ) محمد اسماعیل ٹھیکدار، سلام محمد مچلوی، سید علی کھوکھر، نبی شاہین، ذاکر احمد، سید فرخ حسین، منشی نور علی، شاہ محمد چیئرمین خپلے، العبدالمقر جناب فقیر محمد ابراہیم صاحب۔

قارئین نوائے صوفیہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے مضامین، تاثرات اور خبریں رسالہ شائع ہونے کے ایک ماہ کے اندر اندر مدیر نوائے صوفیہ کے نام ارسال کریں گے۔ دیر سے موصول ہونے کی صورت میں صرف بعد کے شمارہ میں شامل کرنے پر مجبور ہوں گا۔

معاہدہ خپلو

ہم بارہ رکنی کمیٹی علمائے نوربخشیہ کا اختلافی مسائل کے بارے میں متفق فیصلہ ہے کہ آئندہ ہم مذہب کے بارے میں ناموں کے پیچھے نہیں لگیں گے آیندہ کسی بھی نوربخشی خطیب یا مقرر کو ائمہ اور صوفیہ کو موضوع بحث بنانے کی قطعاً گنجائش نہیں ہوگی۔ آج کے بعد اس بارے میں تحریری یا تقریری کسی قسم کی تبلیغ نہیں ہوگی بلکہ اپنے اسلاف کی کتابوں پر عمل پیرا ہوں گے مزید برآں سرمو والے قاعدہ کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ آئندہ ایڈیشن میں تمام نزاعی باتیں درست کی جائیں گی اور تمام اختلافات حذف کرکے بغیر وہ قاعدہ قابل قبول نہیں ہوگا اور مزید براں آئندہ کے لئے پمفلٹ بازی کی بھی سختی سے مذمت کی جائے گی۔

دستخط:-

۱) جناب سید محمد شاہ صاحب پیر نوربخشیہ۔
۲ جناب سید علی شاہ صاحب۔
۳. جناب مفتی عبداللہ صاحب۔
۴. جناب علامہ محمد بشیر صاحب۔
۵. جناب سید حسن شاہ شیگری صاحب۔
۶. جناب شیخ سکندر صاحب۔
۷. جناب سید محمد شاہ تھگلوی۔
۸. جناب سید شہاب الدین صاحب۔
۹. جناب سید علی الموسوی۔
۱۰. جناب موسوی غلام رسول صاحب۔
۱۱. جناب غلام حسین نورانی صاحب۔
۱۲. جناب غلام حسن حسنو صاحب

تاریخ:۔ ۹۳-۶-۴

علماء کنونشن کے فیصلے کی خلاف ورزیاں

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ نوربخشی علماء کے کنونشن منعقدہ خپلو میں طے پانے والے معاہدے کی دھجیاں بکھرنا شروع ہو گئی ہیں اس سلسلے میں مولوی حسن نوری صاحب نے خانقاہ کریس میں امامیہ نوربخشیہ کے حق میں اور سید علی شاہ صاحب نے خانقاہ تھگس میں امامیہ نوربخشیہ کے حق میں تقریریں کیں نیز سرمو انجمن کا شائع کردہ قاعدہ ابھی تک سرمو مدرسہ میں بچوں کو باقاعدہ پڑھایا جارہا ہے۔ یوں علماء کے اس معاہدے کی اہمیت بھی بھر ختم ہو گئی ہے۔

علماء کنونشن کی روداد

رپورٹ: غلام حسن نوربخشی خپلو

۴ جون ۱۹۹۳ء کو خپلو کی تاریخی جامع مسجد چقچن میں علمائے نوربخشیہ کا کنونشن منعقد ہوا یہ کنونشن دراصل ان مسائل کا مستقل حل تلاش کرنے اور ملت نوربخشیہ کو اس بحران اور اضطراب سے نکالنے کی ایک سنجیدہ کوشش تھی جو موجودہ پیر صاحب کے زمانے میں گذشتہ ڈیڑھ سال میں زیادہ سنگین صورت اختیار کر گئے تھے۔ جن سے تقریباً تمام پڑھے لکھے نوربخشی پریشانی اور اضطراب کا شکار تھے۔

اس کنونشن کا اہتمام نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن نے کیا تھا کنونشن کی کامیابی کے لئے بلتستان بھر کے علمائے نوربخشیہ کو دعوت دی گئی تھی۔ چنانچہ کثیر تعداد نے شرکت کی۔

کنونشن کا آغاز تلاوت کلام مجید سے ہوا۔ پھر جناب علامہ محمد بشیر صاحب کی تحریک پر سید العلماء سید علی شاہ

صاحب کی والدہ مرحومہ کے لئے اجتماعی فاتحہ خوانی کی گئی۔ پھر NYF کے صدر جناب احمد علی صاحب نے خطبۂ استقبالیہ پڑھا۔ اور علمائے کرام سے اتفاق رائے قائم کرنے کی اپیل کی۔

خطبہ استقبالیہ کے بعد مختلف لوگوں نے نوربخشیوں کو درپیش مسائل پر بیک وقت بولنا شروع کیا۔ بعض علماء کے پیر صاحب پر شدید تنقید بھی کی۔ جس کی وجہ سے صورتحال کشیدہ ہوگئی۔

تاہم بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ ہوا کہ لفظ امامیہ سے متعلق گفتگو کرنے کے لئے حامیوں اور مخالفین میں سے ایک ایک کمیٹی منتخب کی جائے جو بحث و تمحیص کے بعد اس کا کوئی حتمی حل تلاش کرے۔ چنانچہ حامیوں میں سے سید محمد شاہ تھلوی، سید شہاب الدین، سید حسن شاہ شگری، مولوی محمد حسن نوری اور شیخ سکندر حسین صاحب اور مخالفین میں سے مولوی غلام رسول، مولوی محمد عبداللہ، سید علی کاظمی، غلام حسین نورانی اور راقم السطور پیش ہوئے۔ اس کمیٹی میں جناب سید علی شاہ صاحب جناب سید محمد شاہ (کریس) اور علامہ محمد بشیر صاحب بھی شامل تھے۔ مگر یہ تینوں اونگھتے اور فریقین کو داد دیتے رہے۔

ساری رات اس مسئلے پر بحث ہوتی رہی کہ امامت اور امامیہ کتاب و سنت سے ثابت ہیں یا نہیں؟ مگر اس ضمن میں سوائے راقم الحروف کے کسی نے سوال نہیں اٹھایا کہ آیا لفظ امامیہ ہمارے بزرگوں کی کس کتاب میں ہے؟ تاہم یہ بات متحقق ہوگئی کہ آج سے 72 سال پہلے ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں یہ لفظ پہلی بار اصول عقائد کے لاہوری چھاپ کے سرورق پر درج ہوا۔ اس کے بعد دعوات الصوفیہ اور قاعدوں کے سرورق پر مختلف مدرسوں تنظیموں اور مسجدوں کے بورڈ پر درج ہوا تاہم نوربخشی بزرگوں کی کتابوں کے متن اب بھی اس نام سے محفوظ ہیں۔

تاہم میرے سوا باقی تمام شرکاء کمیٹی نے یہ فیصلہ دیا کہ وہ کسی بھی نتیجے پر نہیں پہنچے چنانچہ آخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ آئندہ مذہب کے نام کو نہ چھیڑا جائے۔ اس طرح یہ کنونشن کسی منطقی نتیجے پر پہنچے بغیر اختتام پذیر ہوا۔

اس کنونشن کے دوران یہ امر بالکل واضح ہوگئی کہ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں میں دین کے لئے کس قدر تڑپ اور جذبہ موجود ہے۔ جبکہ یہ چیز ہمارے علماء میں عنقا ہے۔

نوربخشی علماء و فضلاء میں اچھے اور برے میں تمیز کرنے اور فائدہ و نقصان کی شناخت کرنے کی جرأت پیدا ہوگئی ... اور وہ اس جذبے کا اظہار بلاجھجک کرتے ہیں۔

چونکہ نوربخشیہ ایک صوفیانہ سلسلہ ہے۔ لفظ تصوف او... صوفیانہ اشغال و اعمال پہ ہمارے بزرگوں نے کئی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ جو ہمارے پاس موجود بھی ہیں۔ لہٰذا ہم بجا طور پر سمجھ... تھے کہ نوربخشیوں میں اینٹی صوفیہ (صوفیہ مخالف) کوئی نہیں ... کنونشن کے آغاز میں بھی طے ہوا تھا کہ بحث امامیہ کے بارے میں ہوگی صوفیہ کے بارے میں نہیں۔ مگر نوربخشیوں میں ایک ٹیم ایسی بھی پیدا ہوگئی ہے جو صوفیہ مخالف ہے۔ جس کی قیادت مولوی سکندر حسین صاحب کر رہے ہیں۔

اس کنونشن میں یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ ہمارے علمائے کرام بھی اپنے بزرگوں کی کتابوں سے لاعلم ہیں۔ ا... انا کی تسکین کی خاطر وہ ایسی کتابوں سے بھی دلائل دیئے جاتے ہیں جن میں خرافات کی بھرمار ہے اور یہ بھی کہ ہمارے علماء ہماری کتابوں سے زیادہ دوسروں کی کتابوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ یہ بہت ہی قابلِ افسوس رویہ ہے۔ ہمارے علماء و فضلاء کو ہمارے اپنے بزرگوں کی کتابوں کو اہمیت دینا اور انہیں کے تعلیمات کو اپنانا چاہیئے۔ اسی میں ہماری دینی و دنیوی کامیابی مضمر ہے۔

آخر میں یوتھ فیڈریشن کے چند ارکان کی تحریک پہ ایک علماء کونسل تشکیل دی گئی۔ جو آئندہ نوربخشی کتابوں کی اشاعت و تالیف کی نگرانی کرے گی۔

۱۔ سید محمد شاہ صاحب کریس	چیئرمین
۲۔ سید علی شاہ صاحب پھڑاوا	ممبر
۳۔ سید حمایت علی صاحب خپلو	ممبر
۴۔ سید محمد شاہ صاحب تھلے	ممبر
۵۔ علی محمد ہادی شگر	ممبر
۶۔ مفتی محمد عبداللہ خپلو	ممبر
۷۔ علامہ محمد بشیر براہ والے	ممبر
۸۔ محمد حسن نوری کریس	ممبر
۹۔ راقم الحروف	ممبر

کتاب "ایران صغیر میں مروج اسلام" کی تقریبِ رونمائی



وفاقی وزیر وزیر احمد جوگیزئی، آزاد کشمیر کے وزیر خوراک خان بہادر خان، ایرانی ناظم الامور سید علی تنقیس، میر عبدالعزیز، ڈاکٹر ہمدانی اور دیگر مقررین خطاب کر رہے ہیں (فوٹو گرافر غلام حیدر)

رپورٹ: جی ایچ معروفی

جمعہ ۲، مئی ۱۹۹۳ کو اسلام آباد ہوٹل میں شاہ ہمدان انٹرنیشنل اسلامک ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام بو علی سینا یونیورسٹی ہمدان کے پروفیسر ڈاکٹر پرویز اذکائی کی کتاب "ایران صغیر میں مروج اسلام" کی تقریب رونمائی سے خطاب کرتے ہوئے وفاقی وزیر سردار وزیر احمد جوگیزئی نے کہا میں درویشوں کا گرویدہ ہوں اور فقیر و درویش امن و آشتی کے گرویدہ ہوتے ہیں۔ صوفیاء کرام جمہور کے علمبردار تھے۔ لیکن افسوس کہ ہم جمہوریت پر عمل نہیں کرتے آزاد کشمیر کے وزیر خوراک خان بہادر خان نے کہا کہ آج کشمیر کے مجاہدین شاہِ ہمدان کے عطا کردہ اسلامی تہذیب و تمدن کو بچانے کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں اس کے لئے ایرانی قوم کی ہمدردیاں اور حمایت اہل کشمیر کے ساتھ مثالی ہے۔ اسلام آباد میں ایرانی ناظم الامور سید علی تنقیس نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ دانشوروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی ہیروز کو ماضی سے نکال کر اپنی نئی نسلوں کو ان کی تعلیمات سے آگاہ کریں جنہوں نے قرآن اور اسلام کے لئے دنیاوی فوائد کو ہمیشہ نظر انداز کیا۔ انہوں نے کہا کہ غیر مسلم قوتیں امتِ مسلمہ کے مفادات کا تحفظ ہرگز نہیں کر سکتیں۔ ہمیں اپنے وسائل پر بھروسہ کرتے ہوئے متحد ہو کر امتِ مسلمہ کو بحران سے نکالنا ہو گا۔ مشہور کشمیری دانشور اور انٹرنیشنل شاہ ہمدان کانفرنس کے سیکرٹری جنرل میر عبدالعزیز نے کہا کہ

امیر کبیر سید علی ہمدانی کے بارے میں ہزاروں مناقب تحریری شکل میں موجود ہیں ۔ انہیں علی ثانی بھی کہتے ہیں ایک دفعہ جب آپ مدینہ منورہ گئے ہوئے تھے تو عالم خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو کشمیر کے تبلیغی دورے پر جانے کا حکم دیا تاکہ اس علاقہ میں موجود غیر مسلموں کو مسلمان بنایا جا سکے ۔ ٹرانسپورٹ کی عدم دستیابی کے باوجود آپ نے کشمیر اور ملحقہ علاقوں کا دورہ کر کے ۳۷ ہزار افراد کو دائرۂ اسلام میں داخل کیا ۔ اُس وقت سُلطان قطب الدین نے دو سگی بہنوں سے شادی کر رکھی تھی ۔ آپ نے ایک کو چھوڑنے پر مجبور کیا ۔ انہوں نے کہا سید علی ہمدانی نے دنیا کا تین دفعہ تبلیغی دورہ کیا ۔ یہاں تک کہ بلتستان ، لداخ اور چین کے دشوار گذار راستوں سے ہوتے ہوئے موجودہ سیاچین گلیشئر تک کا سفر کیا اور یہاں کے مقامی لوگوں کی زبان میں تبلیغ کر کے پورے علاقہ کو دائرۂ اسلام میں شامل کیا ۔ انہوں نے مزید کہا کہ کشمیر کا کوئی گھر ایسا نہیں ہو گا جہاں حضرت امیر کبیر کا مرتب کردہ اوراد فتحیہ نہ پڑھا جاتا ہو ۔ علاقہ روس ختلان میں ہر سال آپ کے عرس کے موقع پر ہزاروں لوگ جمع ہو کر آپ سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں ۔ اسی طرح سری نگر میں خانقاہ معلیٰ شاہ ہمدان تمام حاجتمندوں کی مرجع ہے یہاں دن رات زائرین آتے جاتے رہتے ہیں وزیرِ اعظم آزاد کشمیر کے ایڈیشنل سیکرٹری پروفیسر مقصود جعفری نے کہا کہ شاہِ ہمدان نے حکمرانوں کو حکومت کرنے کا طریقہ سکھایا ہے ۔ اُن کی تعلیمات ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں ہمیں چاہیئے کہ ہم اُن کے نقشِ قدم پر چل کر کامیابیاں حاصل کریں ۔ ڈاکٹر سبط حسن رضوی نے کہا دنیا میں بہت سے اندازِ حکمرانی اپنائے گئے مگر سب کے سب ناکام ہو گئے ہیں ۔ اب طریقۂ عرفانی کو اپنانے کا وقت ہے لہٰذا شاہ ہمدان کے ذخیرۃ الملوک میں دیا ہوا طریقۂ حکمرانی کامیابی کا ضامن ہو سکتا ہے ۔ تحریک حریت کشمیر کے رہنما ڈاکٹر غلام قادر وانی نے کہا ایران صغیر میں مروج اسلام کے مصنف نے شاہِ ہمدان کے بارے میں لکھی جانے والی کتاب کو کشمیری حریت پسندوں کے نام منسوب کر کے مسئلہ کشمیر کے سلسلے میں ایرانی قوم کا موقف واضح کر دیا ہے ۔ اصل میں ایران اور کشمیر ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں ۔ اس کتاب میں کولاب روس سے لے کر کشمیر تک کے مسلمانوں کو متحد رہنے کا درس دیا گیا ہے ۔ تحریک حریتِ کشمیر کے ایک اور راہنما فاروق رحمانی نے کہا یہ کتاب ایسے موقع پر لکھی گئی ہے جب پورا کشمیر خاک و خون میں ڈوبا ہوا ہے اور ہندو سامراج شاہِ ہمدان کی کوششوں سے پھیلایا ہوا اسلام ختم کرنا چاہتا ہے ۔ شاہِ ہمدان نے اسلام کی خاطر امیر تیمور جیسے ظالم بادشاہ سے ٹکر لی کیونکہ امیر تیمور مسلمان ہوتے ہوئے تاتاریوں کے نقشِ قدم پر چلنے لگے تھے ۔ آج حریت پسندانِ کشمیر شاہ ہمدان کے خواب کی تعبیر کے لئے لڑ رہے ہیں ۔ اس موقع پر ڈاکٹر غضنفر مہدی نے کہا برصغیر میں صوفیاء کرام بانی مسلمان ہیں اُنہوں نے امن و آشتی کا پیغام دیا ۔ شاہِ ہمدان کا فلسفہ یہ تھا کہ علم و ادب کے ساتھ ہُنر بھی سیکھنا چاہیئے تاکہ رزقِ حلال کھانے کو مل سکے ۔

دیر سے موصول ہونے کی وجہ سے جو خطوط اور مضامین اس شمارہ میں شامل نہیں ہو سکے ۔ اُن کو اگلے شمارہ میں شامل کیا جائے گا ۔ اس سلسلے میں انتظار کی زحمت کے لئے معذرت خواہ ہیں ۔

جی ایچ معروفی
فلیٹ نمبر ۷ بلاک ۳۴ کیٹیگری IV
آئی ایٹ اسلام آباد

تمام مستقل خریداروں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ چار قسطوں کی قیمت مبلغ ۳۰ روپے سالانہ کے حساب سے ایڈوانس جمع کرائیں تاکہ مستقل خریداروں کو بروقت رسالہ پہنچانا ممکن ہو سکے یہ رقم بذریعہ مذکورہ بالا پتہ پر منی آرڈر کریں ۔ شکریہ

وحدت پبلی کیشنز کی شرمناک حرکت

تمام برادران ملت نور بخشیہ کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ سکردو کے ایک شیعہ ادارہ وحدت پبلی کیشنز بلتستان نے ایک جعلی کتاب "آئین طریقت" ترجمہ "رسالہ رفع اختلاف" حضرت شاہ سید محمد نور بخش ؒ سے منسوب کرکے شائع کی ہے اور جسے امامیہ سٹوڈنٹس آرگنائزیشن" اور "انوار مصطفےٰ ٹرسٹ نے انتہائی ہوشیاری سے خپلو میں مفت تقسیم کیا ہے۔

یہ اقدام دراصل اہل نور بخشیہ کے مذہبی تشخص کو زبردست نقصان پہنچانے اور ہمیں شیعوں کی شاخ ظاہر کرنے کی ایک شرانگیز سازش ہے۔ کیونکہ اس کتاب کے اندر شاہ سید محمد نور بخش قدس سرہ کے مذہب کو امامیہ اثنا عشریہ اور مذہب جعفریہ ظاہر کیا ہوا ہے۔ اس پر غضب یہ کہ تصوف کی مذمت کرتے ہوئے شیعہ اصطلاح "عرفان" پر زور دیا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں انجمن نور بخشیہ سکردو نے جو قدم اٹھایا ہے وہ قابل تحسین ہے

اور ہم بھی اس کی مکمل تائید کرتے ہوئے مذکورہ جعلی کتاب "رسالہ رفع اختلاف کو مسترد کرتے ہیں۔ اور قوم سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب کے مندرجات پر یقین نہ کریں اور جس طرح ہو سکے کتاب کو ضائع کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

ہم اس موقع پر کتاب کے مترجم سجاد حسین حسینی (کندوس والے) معاونین محمد علی (پاوری) اور محمد اقبال ساجد (ڈنگری) نیز کتاب کے ناشر وحدت پبلی کیشنز اور شبیر پرنٹنگ پریس کے پرنٹر کو "خبردار" کرتے ہیں کہ وہ اپنی اس مذموم حرکت پر افسوس کرتے ہوئے ملت نور بخشیہ سے تحریری معافی مانگیں اور کتاب کی مزید اشاعت اور تقسیم کو فوری طور پر روک دیں بصورت دیگر نتائج کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

ہم نہیں چاہتے کہ بلتستان کے اندر پائی جانے والی مذہبی ہم آہنگی کو نقصان پہنچے لیکن ہم کب تک ملت نور بخشیہ کے ساتھ ہونے والی زیادتی پر صبر کرتے رہیں گے۔

ہم بلتستان کے پرامن سنجیدہ اور حقیقت شناس شیعہ حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ مذموم حرکت کا فوری نوٹس لیتے ہوئے صورت حال کو مزید خراب ہونے سے بچائیں۔

منجانب

نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان (کراچی)

تاریخ ۲۳ر اپریل ۱۹۹۳ء

آج بروز جمعۃ المبارک ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت جناب غلام علی حیدری صاحب جنرل سیکرٹری انجمن صوفیہ نور بخشیہ سکردو منعقد ہوا جس میں ماڈرن سٹیشنری مارٹ نیا بازار سکردو کے ذریعے مطبوعہ کتاب آئین طریقت ترجمہ رسالہ رفع اختلاف منسوب بہ سید محمد نور بخش مترجم سجاد حسین حسینی کندوس والا بتعاون محمد علی صاحب پاروی آغاخان فاؤنڈیشن سکردو پر تفصیل بحث ہوئی اور اراکین انجمن نے متفقہ طور پر درج ذیل قرارداد منظور کی۔

۱۔ یہ کہ رسالہ زیر بحث کا ابھی تک کوئی قدیم نسخہ بلتستان میں دستیاب نہیں ہے۔

۲۔ یہ کہ کتاب ہذا کے منظر عام پر آنے کے بعد انوار مصطفےٰ ٹرسٹ خپلو مخصوص مفاد کی خاطر مفت تقسیم کرتا رہا ہے۔

۳۔ یہ کہ اس سے قبل انجمن ہذا نے مرکز تحقیقات فارسی اسلام آباد میں جناب احمد منظوی صاحب سے رابطہ قائم کرکے اطمینان حاصل کر لیا ہے کہ کتاب مذکورہ ایران میں بھی اس کتب خانہ میں دستیاب نہیں ہے جہاں سے اسے حاصل کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

۴۔ یہ کہ مندرجہ بالا حقائق کے علاوہ کتاب میں مندرج مواد

سے انجمن ہذا اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ یہ کتاب جعلی ہے اور سید محمد نور بخش کی تعلیمات سے متصادم ہے ۔ کیونکہ

۱ ۔ جن صوفی بزرگوں کی اس کتاب میں مذمت کی ہوئیؒ ہے اُن کے بارے میں شاہ سیدؒ اور میر علی ہمدانیؒ کی کتابوں میں تعریف ملتی ہے ۔

۱۱ ۔ یہ کہ جو کلمات اس کتاب کے صفحہ ۹ ، ۳۰ ، ۳۴ ، ۳۵ ، ۳۶ ، ۳۷ ، ۵۰ ، ۵۶ اور ۵۷ میں مندرج ہیں ماضی قریب میں ایک فرقہ اپنی باتوں کو ہتھیار بنا کر سادہ لوح نور بخشی عوام کو گمراہ کرنے کے لئے استعمال کرتا رہا ہے اور یہی ہتھیار نور بخشیوں کو اپنے مسلک تک منتقل کرنے کے لئے کارگر پائے گئے تھے ۔

۱۱۱ ۔ یہ کہ سلسلہ ذہب کے پیروکاران کا یہ یقین ہے کہ امام جعفر صادق کا کوئی الگ مسلک دیگر اماموں سے مختلف یا سلسلۂ ذہب والوں سے جدا گانہ ہو تا کم از کم سلسلۂ عالیہ ہمدانیہ نور بخشیہ کے ہاں ابھی تک مسلمہ نہیں ہے ۔

۱۷ ۔ یہ کہ کتاب ہذا کا مواد اختلاف کو رفع کرنے کی بجائے اسلام کو پراگندہ کرنے اور مذہبی منافرت پھیلانے کے اسباب پیدا کرنے کا ذریعہ ہے جو سید محمد نور بخشؒ کی تعلیمات سے متصادم ہے ۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں انجمن ہذا نے اس کتاب کو مسترد کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور نور بخشی عوام پہ یہ بات واضح کر دی جاتی ہے کہ کتاب ہذا کا انتساب بہ سید محمد نور بخشؒ بالکل باطل اور بے بنیاد ہے لہٰذا اس کتاب کے کلمات پر یقین نہ کیا جائے ۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ غیروں کے ذریعے طبع شدہ کتاب کو نور بخشی عقیدت مندوں نے مسترد کر دیا ہے ایک سازشی ٹولہ انجمن نور بخشیہ کراچی کو دھوکہ دے کر اس کتاب کو منظرِ عام پہ لانے کا منصوبہ بنا رہا ہے جس کی بنا پر ہم انجمن نور بخشیہ کراچی کی توجہ مندرجہ بالا حقائق کی طرف مبذول کراتے ہوئے انجمن ہذا سے اپیل کرتے ہیں کہ جب تک اس کتاب کے اصلی قلمی نسخے کی نور بخشی بک کمیٹی سے تصدیق نہ کروائی جائے ۔ اس وقت تک کسی فوٹو سٹیٹ یا دیگر بناوٹی مواد کو اندھا دھند تسلیم کرتے ہوئے براہِ کرم انجمن نور بخشیہ کراچی اس کا فارسی یا اردو ترجمہ شائع کرنے سے باز رہے ۔

غلام علی حیدری
جنرل سیکرٹری
انجمن صوفیہ نور بخشیہ سکردو

بقیہ : خطوط

میں مندرج کلمات قدسیہ کافی ہیں جن میں ہمارے عقائد ہمارے دین ، ہمارے مذہب ، ہمارے مشرب اور ہماری روش کی مفصل ترین تشریح موجود ہے البتہ کوئی دعوات صوفیہ کو ماننے سے انکار کرے تو یہ ان کی اپنی ذہنی اختراع ہے عوام کو ان سے باز پرس کرنی چاہیئے ۔ آپ کا یہ فیصلہ نہایت قابل احترام اور مبنی بر صداقت ہے کہ ہمیں اختلافات کو ہوا نہیں دینی چاہیئے کیونکہ پیروکاران شاہ سید محض اور محض رفع اختلافات اور اتحاد بین المسلمین کے حامی ہیں خدا ہم سب کو مذہب حقہ کی خدمت کی توفیق بخشے ۔

محمد علی ۔ کراچی

غلام حسین معروفی صاحب

السلام علیکم !

صورت حال یہ ہے کہ ۱۲ عدد رسالے وصول ہوئے اور لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ خرید لئے ۔ آئندہ آپ کم از کم بیس رسالے ارسال کر دیں کیونکہ بہت سے لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ ہمیں بھی رسالہ چاہیئے آپ منگوا دیں ۔ چند آدمی مستقل خریدار بننا چاہتے ہیں اور رقم بھی میرے حوالے کی ہے ۔

غلام حیدر کوردی مدرس

قارئین کے خطوط

ایڈیٹر کا مراسلہ نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کی ارسال کردہ کتاب اور نوائے صوفیہ کی دس کاپیاں ملیں ۔ رسالے کی قیمت ایک ہفتے کے اندر ارسال کروں گا ۔ رسالے کی ساتویں قسط کے مطالعے اور صوفیائے کرام کی تصویریں دیکھ کر خوشی حاصل ہوئی۔ ہمیں تو یہ علمائے کرام صرف تصویروں میں ہی نظر آتے ہیں لیکن ہمارے علاقہ شگر میں تبلیغ دین کے لئے آنے کی زحمت نہیں فرمائے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ شاہ ہمدان اور شاہ سید علیہم الرحمۃ پیدل کشمیر سے پیدل یہاں تشریف لائے لیکن ہمارے علماء کرام گاڑیوں میں بھی تشریف نہیں لاتے ۔ اب ہمارا واحد مبلغ نوائے صوفیہ ہی ہے ۔ دعاگو ہوں کہ نوائے صوفیہ ماہنامہ بن جائے ۔

علی حسین ترو پا
چھور کا شیگر بلتستان

نوائے صوفیہ قسط نمبر ۷ کے تمام مضامین نہایت جامع اور معیاری تھے جن سے میں بہت متاثر ہوا ۔ سب سلسلہ ہائے مضامین میں سلسلہ شریعت محمدیہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ اس سلسلے کی ہر قسط میں جگہ ہونی چاہیئے ۔ ہم علامہ صاحب کو یہ مذہبی فریضہ ادا کرنے پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں یہ رسالہ ذریعہ تبلیغ ہے مگر صرف باشعور تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے ہے لیکن ان پڑھ لوگوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ملتا ۔ اس وجہ سے علاقہ شگر میں مذہب نور بخشیہ سے تعلق رکھنے والے بہت پیچھے ہیں ۔ یہاں مذہب نور بخشیہ بہت کٹھن مراحل سے گذر رہا ہے ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں جو پہلے نہیں ہوتے تھے کہ مذہب نور بخشیہ چھوڑ کر دوسرے مذاہب کی طرف رواں دواں ہیں مگر انہیں روکنے والا کوئی نہیں ۔ وادی شگر میں مذہب صوفیہ نور بخشیہ سے تعلق رکھنے والے قلیل تعداد میں ہیں یہاں پہ تبلیغ کی اشد ضرورت ہے تا کہ ایمان پختہ ہو جائیں ۔ حال ہی میں جامع مسجد حشوپی شگر کا پیش امام سید یعقوب شاہ مورخہ ۱۱ جون بروز جمعہ کو دوسرے مذہب میں شامل ہو گیا ہے ۔ اس طرح نہ جانے کتنے اور نور بخشی نا موجود ہوں گے ۔ اس لئے اس علاقہ میں ایک تبلیغی دورہ کرتے مذہب صوفیہ نور بخشیہ کے علماء اور دانشوروں کے لئے بہت ضروری ہے یہاں خانقاہوں کی حالت بھی خستہ ہو گئی ہے کوئی مرمت کا انتظام نہیں ہے لہٰذا میں ایک بار پھر نوائے صوفیہ کی وساطت سے نور بخشی علماء اور دانشوروں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ علاقہ شگر میں مذہب نور بخشیہ کی حالت زار کو دیکھ کر ایک تبلیغی جماعت ضرور بھیج دیں تا کہ لوگوں کے ایمان مزید پختہ ہو جائیں ۔ ورنہ یہاں کے حالات دن بدن بدل رہے ہیں بعد میں نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ ہوئی ۔ خدا مذہب صوفیہ نور بخشیہ کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دلانے والوں کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور فرمائیں ۔ آمین

ایس اے سرمکی
حال حشوپی شگر بلتستان

نوائے صوفیہ ملت نور بخشیہ کا واحد علمی جریدہ ہے جو ہزاروں بھٹکے ہوئے نور بخشی مسافروں کو اپنی اصل منزل دکھاتا ہے ۔ یہ وہ واحد رسالہ ہے جس کی روشنی میں ہمیں بزرگانِ دین کی تعلیمات تک رسائی حاصل ہوتی ہے ۔ ماضی میں اس قسم کی علمی تحریک یا تبلیغ نہ ہونے کی وجہ سے لوگ دینی مسائل سے بیگانہ تھے ۔ اب ماشاءاللہ نور بخشی کتابوں کا اردو ترجمہ ہونے کے بعد نور بخشی لوگ اپنے مسلک کے علوم سے واقف ہو گئے ہیں ۔ آئندہ نوائے صوفیہ میں

علمی تحقیق کے مضامین کو زیادہ جگہ دیں ۔

مولانا فضل علی تبسم
صدر تنظیم اشاعت الہدیٰ
تلس رجسٹرڈ بلتستان

میں صوفیہ نوربخشیہ کا ایک ادنیٰ خادم ہوں ۔ ہمارے ہاں ایک تو نوربخشی کتابیں کم دستیاب ہیں اور علماء کی کمی ہمارے لئے مسائل پیدا کر رہی ہے ۔ نوائے صوفیہ کے اجراء سے ہمیں کافی حد تک حوصلہ ملا ہے ۔ اس رسالے سے ہمیں کافی معلومات حاصل ہو رہی ہیں ۔ لہٰذا اس رسالہ میں زیادہ سے زیادہ دینی مسائل شامل کریں ۔ آئندہ مستقل خریدار کی حیثیت سے مجھے یہ رسالہ بھیجتے رہیں ۔

شاہد محمود
جماعت دہم ، ہائی سکول
الچوڑی تسنگر بلتستان

محترم جناب مدیر صاحب :

نوربخشی قوم کی ترویج و ترقی اور نشر و اشاعت میں آپ کی مبارک ہستی شروع ہی سے صف اول میں رہی ہے ۔ نوائے صوفیہ دن بدن معیاری ہوتا جا رہا ہے جو ہمیں آپ اور ادارت کے دوسرے اراکین کی کاوشوں کا پتہ دیتا ہے ۔ رسالے میں مضامین تو سارے ہی بہت اچھے ہوتے ہیں ۔ البتہ قسط وار مضامین کے ساتھ گذشتہ سے پیوستہ نہ لکھنے کی وجہ سے تسلسل متاثر ہو جاتا ہے ۔ این وائی ایف خڑوکھا یونٹ آپ سے ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہے ۔

محمد ابراہیم انجم
صدر این وائی ایف خڑوکھا یونٹ
(بلغار بلتستان)

کافی عرصے سے نوائے صوفیہ کے لئے خط لکھنے کا ارمان دل میں لئے پھر رہا تھا مگر آج یہ موقع ملا کہ نوائے صوفیہ کے لئے پہلی بار خط لکھوں ۔ نوائے صوفیہ قسط نمبر ۴ سے قسط نمبر ۷ کا مطالعہ کیا ۔ کافی مسائل سمجھ میں آئے ۔ نوائے صوفیہ کے تمام مضامین معیاری ہیں ۔ جریدہ کے تمام اہلکار مبارکباد کے مستحق ہیں ۔ آئندہ مستقل خریدار کی حیثیت سے مجھے رسالہ بھیجا کریں ۔

غلام حسین تبسم
صدر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن
ہوشے یونٹ بلتستان

اہل تصوف کا ترجمان رسالہ "نوائے صوفیہ" کے بارے میں قارئین کرام کی مثبت آراء اور نیک جذبات اس رسالے کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں ۔ رسالے کا قاری ہونے کے ناطے "نوائے صوفیہ" کو مزید جامع اور دلنشین بنانے کے لئے ترتیبِ مضامین کے سلسلے میں چند تجاویز پیشِ خدمت ہیں ۔ رسالے کے مضامین کی ترتیب کچھ یوں ہونی چاہیئے ۔

۱ ۔ القرآن
۲ ۔ الحدیث
۳ ۔ العقائد
۴ ۔ الفقہ
۵ ۔ الاستفتاء
۶ ۔ تذکرے اور صحبتیں

میں اس سلسلے میں "القرآن" یا "تذکرے اور صحبتیں" میں سے کسی عنوان کو اپنے ذمے لے سکتا ہوں ؎

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مولوی عبدالحمید

(جناب مولانا صاحب ! ادارہ آپ کے تعاون کا متمنی ہے ارسال فرمائیں ہم بصدِ شکریہ شائع کریں گے)

نوائے صوفیہ ایک اعلیٰ اور معیاری رسالہ ہے امید ہے کہ یہ ایک بار پھر ملّت نور بخشیہ کو مضبوط اور منظم کرے گا۔ یہ رسالہ نشر و اشاعت کا بہترین ذریعہ ہے۔

بندۂ ناچیز "نوائے صوفیہ" کا شیدائی ہے۔ رسالے کے لئے ایک مضمون ارسال ہے۔ میں انشاء اللہ ہمیشہ نوائے صوفیہ کے شانہ بشانہ رہوں گا۔

سید بشارت حسین الموسوی
محمود آباد کراچی

"نوائے صوفیہ" کا ساتواں شمارہ نظر سے گزرا جو بہت معیاری ہونے کے علاوہ مذہبی مسائل کی مکمل عکاسی کرتا ہے گذارش ہے کہ اس رسالے میں شرعی مسائل پر زیادہ توجہ دیں اور رسالے کو ماہوار چھاپنے کی کوشش کریں۔ میں نور بخشی بھائیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ہر ممکن جانی، مالی اور لسانی قربانی دے کر اس رسالے اور مذہب کی خدمت کریں۔

یوسف علی
سکساری کراچی

رسالہ "نوائے صوفیہ"، جو کہ پوری ملّت نور بخشیہ کا ترجمان اور احیائے تصوّف کی دیرینہ خواہشات اور امنگوں کا آئینہ دار اور علمبردار ہے کا ساتواں شمارہ نظر نواز ہوا۔ تعریف ضبطِ تحریر سے باہر ہے۔ تمام مضامین معیاری اور معلومات افزا تھے۔ خصوصاً مضامین "مجموعہ شریعت محمدیہ"، "صفوۃ سالکین"، "احوال میر عارف"، "ذاکر حسین ذاکر صاحب کا کلام "ترانۂ صوفیہ"، "دوسری انٹرنیشنل شاہ ہمدان کانفرنس" اور بیگو غلام مہدی کا مضمون "شاہ سید محمد نور بخش" بہت قابلِ تعریف ہیں۔

چونکہ رسالہ مذکورہ علمائے دین کی دینی خدمات، تعلیمات، نظریات اور کاوشوں کو عوام الناس تک پہنچانے اور عوام کو دورِ حاضر کے حالات سے باخبر رکھنے کا موثر ترین ذریعہ ہے اس لئے اس رسالے کو ماہنامہ بنانے اور مجموعہ شریعت محمدیہ کو زیادہ تفصیل سے شائع کرنے کا اہتمام کیا جانا ضروری ہے۔

امید ہے کہ یہ چھوٹا سا نادر رسالہ مستقبل میں ایک عظیم تبدیلی کا موجب ہوگا۔

عباس علی سکساوی
بی۔ ایس۔ سی۔ کراچی

میں "نوائے صوفیہ" کے مطالعے کا شائق ہوں آئندہ اگر رسالہ باقاعدگی سے بھیجتے رہیں تو شکر گذار ہوں گا۔ انشاء اللہ ہم آپ کے ساتھ مکمل تعاون کریں گے۔ ایک مضمون ارسال ہے شاملِ اشاعت کیجئے۔

محمد یاسین کریسی

نوائے صوفیہ کا شروع ہی سے قاری ہوں علامہ صاحب اور رسالے کے دیگر قلم کاروں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ رسالہ روز بروز ترقی کرتا جا رہا ہے۔ مسجد امیری کی ایک تصویر پیشِ خدمت ہے اسے رسالے میں جگہ دیجئے

غلام عباس حسرت سینوی
سکردو

نوائے صوفیہ قسط نمبر ٦ اور ٧ کو پڑھ کر ایسا لگا جیسے کوئی گم شدہ خزانہ ہاتھ لگا ہو۔ آپ لوگوں نے نوائے صوفیہ کی دوبارہ اشاعت کا آغاز کر کے قارئین پر عظیم احسان کیا ہے۔ نوائے صوفیہ ہمارا پہلا مذہبی رسالہ ہے۔ بد قسمتی سے کچھ لوگ اس کی مخالفت میں پیش پیش ہیں مگر بفضلِ خدا اس رسالے کے حامی بھی بہت ہیں۔ میرے خیال میں رسالے کی ضخامت بڑھانی چاہیئے۔

شکور علی دلشاد سرمیکی
حشوپی شگر

نوائے صوفیہ کے قسط نمبر ے کے سارے مضامین معیاری تھے۔ خاص طور پر یبگو غلام مہدی صاحب کا مضمون "شاہ سیّد محمد نور بخش رح" بہت پسند آیا۔ امیر کبیر پر ایک مضمون ارسال ہے۔ نوائے صوفیہ میں زیادہ سے زیادہ دینی مسائل کو جگہ دیں۔

الور علی لقدوم
کورو ی

یہ بات سب جانتے ہیں سلسلہ نور بخشیہ تصوّف کے عظیم ترین سلسلے سلسلۃ الذہب الصوفیہ سے منسلک ہے جو آدم الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہوتا ہے۔ کشمیر و بلتستان میں اس سلسلے کی ترویج شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی نے فرمائی اور جناب سید محمد نور بخش قہستانی اور شمس الدین عراقی بت شکن نے سید صاحب کے مشن کو مزید تقویت دی۔ شاہ سید محمد نور بخش رح کی حیثیت ایک عظیم صوفی اور فقیہہ کے علاوہ ایک عظیم مصلح یادگار مر کی بھی ہے۔ آپ اس پاک سلسلے کے پہلے بزرگ تھے۔ جنہوں نے اشارۂ غیبی کے تحت امت مسلمہ میں موجود اصولی اور فروعی اختلافات کو رفع کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور الفقہ الاحوط اور کتاب الاعتقادیہ جیسی مختصر اور جامع عظیم الشان کتب تحریر فرمائیں۔

سلسلہ ذہب کے دیگر اولیاء اللہ نے بھی بڑی گرانقدر تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن میں جناب علاء الدولہ سمنانی اور جناب سید علی ہمدانی کی تصانیف خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان سب بزرگوں نے محبت اور وسعت نظری کا درس دیا اور اسی سبب سے ان کی تعلیمات جملہ مکتبۂ فکر میں مقبول ہوئیں۔

مگر جناب شاہ سید محمد نور بخش رح اور جناب شمس الدین عراقی رح کے بعد علمائے نور بخشیہ کی کارکردگی بدقسمتی سے قابلِ تعریف نہیں رہی بعد میں آنے والے ان علماء کرام نے نہ تو تصنیف و تالیف کی طرف کوئی توجہ دی اور نہ کسی اور طریقے سے تبلیغِ دین کی قابلِ ذکر کوشش کی۔ اگر ہمارے بزرگ اپنی تصانیف کی صورت میں ہمارے لئے عقائد اور فروعی مسائل کی تشریح نہ چھوڑ جاتے تو آج شاید یہ مشن ملیا میٹ ہو گیا ہوتا۔ شکر ہے کہ ہمارے سامنے فقہ احوط کتاب الاعتقادیہ اور دعواتِ صوفیہ اپنی اصلی ہیئت میں موجود ہیں۔ نیز چودہ کلماتِ قدسیہ کی صورت میں ہمارے بزرگوں نے ہماری مستقل شناخت اور پہچان بھی متعین فرما دی ہے چنانچہ کلماتِ قدسیہ کی رُو سے ہم دینِ اسلام، مذہب صوفیہ، مشرب ہمدانیہ، روشِ نور بخشیہ اور مُرید مرشد جیسے روحانی نعروں کے حامل ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے کچھ لوگوں نے شاہ سیّد کی اتحاد بین المسلمین کی عظیم اصلاحی تحریک کی روح سے انحراف کرتے ہوئے خود اس پاک مسلک میں اختلاف اور انتشار پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ نور بخشی تحریک کو اس کی عالمگیر حیثیت سے محروم کر کے ایک چھوٹے سے فرقے تک محدود کر دیا گیا۔ اور ہمارے آس پاس کے لوگ جو نور بخشیوں کو اپنی شاخ قرار دینے اور اپنے اندر ضم کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ سرگرم عمل ہو گئے، چنانچہ انہوں نے نور بخشی مذہب کو خالصۂ سرکار قرار دیتے ہوئے اس مسلک سے تعلق رکھنے والے سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کی ہر مذموم کوشش کی۔ بدقسمتی سے بعض علمائے نور بخشیہ بھی ان لوگوں کے فریب میں آ گئے اور نام نہاد اور خود ساختہ اختلافی مسائل کو ہوا دی جانے لگی۔ ورنہ کوئی ذی شعور آدمی اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ وہ تحریک جو عالمِ اسلام میں موجود اختلاف کو ختم کرنے کے لئے چلائی گئی ہو، خود اختلافات اور تنازعات کی متحمل ہو سکتی ہے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ چند علمائے نور بخشیہ نے بنیادی کتابوں میں ترمیم و اضافہ کی کوشش کے بعد مذہب کے نام کو بدلنے اور نور بخشیوں کو کسی اور مذہب کی برانچ بنانے کی ناکام سعی جاری رکھی۔ باشعور افرادِ ملت نے ہر ہر گام پر ان علماء کرام کو ان کی لغزشوں کا احساس دلایا چنانچہ ۱۹۸ میں کریسی

کے مقام پر ہونے والے علمائے نور بخشیہ کے اجلاس میں تمام علماء نے حلفیہ طور پر اس بات کا اقرار اور عہد کیا کہ وہ دائیں اور بائیں فرقوں کے آلۂ کار بننے کی بجائے ہمیشہ مذہب صوفیہ نور بخشیہ کے وفادار رہیں گے اور اسی پاک مسلک کی ترقی و ترویج کی کوشش کریں گے۔ مگر بدقسمتی سے اس اقرار اور اعلان کے بعد علماء نے دین سے خلوص اور وفاداری کا ثبوت نہیں دیا اور مذہب کے نام کے تنازعے کو چھیڑ کر بیٹھ گئے اور قرآن مجید کی اس آیت کا بھی پاس نہیں کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ؛ ترجمہ وعدوں کو پورا کیا کرو بے شک وعدوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ جناب شاہ سید محمد نور بخش کے مشن کی ہمہ گیری کو محدود بنانے کی کوشش کی۔

حال ہی میں خپلو میں منعقد ہونے والے علمائے نور بخشیہ کے کنونشن میں اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ کبھی مذہب کے نام کو نہیں اچھالا جائے گا اور کسی خطیب یا واعظ کو صوفیہ یا امامیہ کی تبلیغ کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

یہاں اختصار پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے مذہب کا نام تو ختم کر دیا البتہ ہماری روشی دست برد سے بال بال بچ گئی۔ اب دیکھئے دین اور مشرب کے بارے میں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ بہرحال یہ علماء کا فیصلہ ہے میں کون ہوتا ہوں کہ اس سلسلے میں لب کشائی کروں۔ میرے ناچیز خیال میں اس فیصلے سے نہ تو تصوفِ اسلامی کا ہزار برس پرانا عظیم الشان ورثہ مسترد ہو سکتا ہے اور نہ آئمہ طاہرین کی شان اور مقام میں کوئی کمی آ سکتی ہے۔ (اگر لفظ امامیہ سے مراد یہی ائمہ طاہرین نہ ہیں) جہاں تک نام کا تعلق ہے تو کیوں نہ ہم دینِ اسلام پر فخر کریں اور اپنے آپ کو شاہ سید علیہ الرحمہ کی عظیم اصلاحی تحریک کے حامی قرار دیں۔ ہمارے لئے آپ کے کسی نئے فیصلے کی ضرورت نہیں بلکہ دعوات الصوفیہ

باقی صہ ۲۶ پر

مانسہرہ میں شاہ ہمدان کی برسی کی تقریب

آزاد جموں وکشمیر کے صدر سردار سکندر حیات خان نے کہا ہے کہ شاہ ہمدان کی آفاقی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی مسلمان کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ حضرت امیر کبیر علی ہمدانی المعروف حضرت شاہ ہمدان کی ۶۲۷ ویں برسی کے حوالے سے منعقدہ تقریب سے خطاب کر رہے تھے جس کی صدارت تنظیم کے صدر پروفیسر ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی نے کی۔ تقریب سے تنظیم کے سیکرٹری جنرل میر عبدالعزیز اور ممتاز قانون دان اور تحریک پاکستان کے رہنما مفتی ادریس اور شاہ غلام قادر رکن قانون ساز اسمبلی آزاد کشمیر نے بھی خطاب کیا۔ سردار سکندر حیات خان نے کہا کہ حضرت شاہ ہمدان نے نہ صرف اس علاقے میں دینی تعلیم کا احیا کیا بلکہ ان کے ساتھ سات سو ماہرین کا ایک قافلہ بھی تھا جو لوگوں کی اقتصادی حالت بہتر بنانے کے لئے انہیں صنعت و حرفت کی تعلیم دیتا تھا انہوں نے کہا کہ حضرت شاہ ہمدان نے ایک دن میں ...۳۷ ہزار پنڈتوں کو مسلمان کیا اور کشمیری اس وقت مقبوضہ کشمیر میں جو قربانیاں دے رہے ہیں یہ حضرت شاہ ہمدان کی تعلیمات کا ہی اعجاز ہے صدر آزاد کشمیر نے کہا کہ اگر اس وقت وسطی ایشیا کے اسلامی ممالک ایران، افغانستان اور پاکستان آپس میں اتحاد کر لیں تو انہیں دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ اس وقت امریکہ کو صرف یہی خدشہ ہے کہ یہ ممالک آپس میں اکٹھے نہ ہو جائیں اسی وجہ سے وہ پاکستان پر دہشت گردی کا الزام لگا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اس وقت کشمیریوں کی محض سفارتی اور اخلاقی حمایت کر رہا ہے جبکہ کشمیریوں کی پاکستان سے اس سے زیادہ توقعات ہیں۔ مگر پاکستان بین الاقوامی دباؤ کا شکار ہے۔ سردار سکندر حیات خان نے کہا کہ دنیا کا نیو ورلڈ آرڈر مسلمانوں کے سروں پر ایک لٹکتی تلوار ہے مسلمانوں کا نیو ورلڈ آرڈر یہ ہونا چاہیئے کہ وہ آپس میں متحد ہوں اور جن علاقوں میں حضرت شاہ ہمدان کی تعلیمات اور شخصیت کا اثر ہے وہاں تو مکمل یکجہتی ہونی چاہیئے انہوں نے کہا کہ حضرت شاہ ہمدان محض ایک دینی اور روحانی پیشوا ہی نہ

تھے بلکہ وہ ایک اقتصادی ماہر بھی تھے۔ ان کی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل ہونا چاہیئے۔ سردار سکندر حیات خان نے کہا کہ پاکستان سب کے لئے دارالامان ہے اس کی حفاظت اور استحکام کشمیریوں کا جزو ایمان ہے۔ یہ مستحکم ہوگا تو کشمیر کا مسلمان محفوظ ہے۔
صدر آزاد کشمیر تکوٹ بھی گئے جہاں حضرت شاہ ہمدان کی بیٹھک تھی اور جس جگہ دوران قیام ان کا انتقال ہوا تھا۔ صدر آزاد کشمیر نے وہاں ایک تختی کی نقاب کشائی کی اور لوگوں کے اجتماع سے بھی خطاب کیا۔

(بشکریہ، ویکلی انصاف مظفر آباد)

تنظیم نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرئیک کراچی یونٹ کے زیر اہتمام

ایک پروقار تقریب

تنظیم فلاح وبہبود نوجوانان صوفیہ نوربخشیہ سرئیک کراچی یونٹ کا ایک اجلاس زیر صدارت مرکزی صدر تنظیم سید محمد شاہ اطہر منعقد ہوا۔ جلسے کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اجلاس میں کراچی میں مقیم تمام سرئیکی طلباء، دانشوروں اور بڑی تعداد میں عوام نے شرکت کی۔ جلسے میں کراچی و دیگر شہروں میں سرئیکی عوام کے لئے درپیش مسائل پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ نیز کتی اور تنظیمی امور پر گفت وشنید ہوئی۔ تنظیم کے نومنتخب صدر سید حسن صاحب کی کراچی میں عدم موجودگی پر ان کی جگہ کابینہ کے متفقہ فیصلے سے نائب صدر گلزار حسین کو صدر کراچی یونٹ منتخب کیا گیا۔ اجلاس میں ایک قرارداد بھی پیش کی گئی۔ جس کے مطابق آئندہ ہر سال تنظیمی امور میں دلچسپی رکھنے والے اور اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے کارکنوں کو ایوارڈ دیئے جائیں گے جو کہ "شاہ سید ایوارڈ"، "شاہ ہمدان ایوارڈ" اور "فیض بخش ایوارڈ" سے موسوم ہیں۔

اس موقع پر تنظیم کے ماہانہ اجلاس و دیگر تقریبات کی رپورٹ کو بروقت مقامی اخبارات ورسائل تک پہنچانے کے لئے محمد یوسف کی زیر نگرانی پانچ رکنی کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ پریس کے چیئرمین محمد یوسف نے لوگوں کو یقین دلایا کہ آئندہ نشرو اشاعت کے سلسلے میں نہایت دلچسپی اور لگن سے کام کروں گا اور کبھی بھی اپنے فرائض سے کوتاہی نہ کروں گا۔ تنظیم کے مرکزی صدر سید محمد شاہ اطہر نے سرئیکی طلباء پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا مقصد صرف اور صرف حصول علم ہے۔ پھر علم سے فراغت پانے کے بعد سب سے لازمی چیز خدمتِ خلق ہے۔ انہوں نے کہا جہاں انسان خود کو اور اپنے اہل وعیال کو بھلا پھولا دیکھنا چاہتا ہے۔ وہاں اپنے دوستوں اور معاشرے میں زمانے کے ستائے ہوئے لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہونا ایثار کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ انسانیت کی خدمت کر کے ہی ہم خدا اور رسولؐ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ اجلاس مرکزی صدر سید محمد شاہ اطہر کے دورہ کراچی کے موقع پر منعقد کیا گیا تھا۔ اجلاس کے اختتام سے قبل انجمن صوفیہ نوربخشیہ جامع مسجد کورنگی کراچی کے سابق صدر مرحوم حاجی عبداللہ کی مذہبی خدمت کو خراج تحسین پیش کیا گیا اور ان کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی اور اس کے ساتھ یہ روح پرور محفل اختتام پذیر ہوئی۔

سیکریٹری نشرواشاعت تنظیم فلاح وبہبود
صوفیہ نوربخشیہ کراچی یونٹ

نور بخش رح

اہلِ دل کا پیشوا ہے نورؔ بخش رح
راہبر ہے رہنما ہے نور بخش رح

محفلِ عرفان کا روشن چراغ
مشعلِ راہِ وفا ہے نور بخش رح

یاس و حرمان و الم کے دور میں
اک نویدِ جاں فزا ہے نور بخش رح

آرزو مندوں کے دل کی آرزو
درد مندوں کی دعا ہے نور بخش رح

حق پرستوں کے لئے روشن دلیل
حق نگر ہے حق نما ہے نور بخش رح

عارفوں اور صوفیوں کے دل سے پوچھ
کیا حسین و دلربا ہے نور بخش رح

اِک بحرِ بیکراں ہے اُس کی ذات
اِک متاعِ بے بہا ہے نور بخش رح

دیدہ و دل اُس کی خاطر فرشِ راہ
جو کہے مرشد مرا ہے نور بخش رح

عشق کے رستے میں لاکھوں دکھ سہے
پیکرِ صبر و رضا ہے نور بخش رح

ایک عالم اُس کے دم سے فیض یاب
معدنِ جود و سخا ہے نور بخش رح

مرہمِ زخمِ جگر اُس کو کہیں
دردِ الفت کی دوا ہے نور بخش رح

آج پھر جلووں کا ہوتا ہے ظہور
آج پھر جلوہ نما ہے نور بخش رح

ماہ و انجم کیوں نہ ہوں اُس پر فدا
صاحبِ نجم الہدیٰ ہے نور بخش رح

حسنِ دلآویز عالم کی اسدؔ
خوبصورت اک ادا ہے نور بخش رح

سیّد اسد نعیمیؔ

نوائے صوفیہ اسلام آباد

تم میں ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلائے، بھلائی کا حکم دیا کرے اور برائی سے روکے، اور یہی لوگ (دنیا اور آخرت میں) کامیاب و کامران ہیں۔۔ (القرآن)



خانقاہ معلیٰ شاہ ہمدانؒ (سری نگر مقبوضہ کشمیر)

نشر و اشاعت

انجمن محمدیہ بلتستانیہ (رجسٹرڈ) اسلام آباد

قیمت 7 روپے